دارالعلوم کراچی کا ترجمان

ماہنامہ

# البلاغ

صفر المظفر ۱۴۰۸ھ  اکتوبر ۱۹۸۷ء

بانی

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

هٰذا بلاغٌ للنّاس

جلد ۲۲

صفر المظفر ۱۴۰۸ھ / اکتوبر ۱۹۸۷ء

شمارہ ۲

نگراں :

حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی

مدیر :

محمد تقی عثمانی

ناظم :

شجاعت علی ہاشمی

قیمت فی پرچہ پانچ روپے

سالانہ پچاس روپے

**سالانہ بدل اشتراک :**

بیرونِ ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک و رجسٹری :

ریاستہائے متحدہ امریکہ ۲۳۰/ روپے

برطانیہ، جنوبی افریقہ، ویسٹ انڈیز، برما، انڈیا، بنگلہ دیش، تھائی لینڈ، ہانگ کانگ، نائیجیریا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ ۱۸۰/ روپے

سعودی عرب، عرب امارات، مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت ۱۵۰/ روپے

ناشر: محمد تقی عثمانی دار العلوم کراچی

پرنٹر: مشہور آفسٹ پریس، کراچی

خط و کتابت کا پتہ : ماہنامہ "البلاغ" دار العلوم کراچی ۱۴

فون نمبر : ۳۱۱۲۱۷

## ذکر و فکر



## معارف و مسائل



## مقالات و مضامین



## نقد و تبصرہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ذکر و فکر:

حمد و ستائش اُس ذات کے لئے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

دُرود و سلام اُس کے آخری پیغمبرؐ پر جنہوں نے دُنیا میں حق کا بول بالا کیا

---

امسال حج کے مبارک موقع پر ایرانی حجاج کے ایک جلوس اور مظاہرے کے دوران سینکڑوں افراد کے ہلاک ہونے کا جو افسوسناک واقعہ رُونما ہوا، وہ پورے عالمِ اسلام کیلئے اِنتہائی تکلیف دہ اور تشویشناک حادثے کی حیثیت رکھتا ہے۔ حج کے مبارک موقع پر جب چار دانگِ عالم کے مسلمان ایک شہر میں جمع ہو کر ایک ایسی مقدس عبادت کی تکمیل کرتے ہیں جس کے ذریعے ہمیشہ اِسلامی وحدت کا ولولہ انگیز مظاہرہ ہوا کرتا ہے، اس قسم کے فتنہ و شر کے واقعات ہر لحاظ سے نہ صرف قابلِ صد مذمت ہیں، بلکہ انکی اسی مرحلے پر روک تھام انتہائی ضروری ہے۔

واقعے کی حقیقی تفصیلات کیا ہیں؟ اس کے بارے میں سعودی عرب اور ایران کی حکومتوں کے بیانات متضاد ہیں، ایران کا دعویٰ یہ ہے کہ حجاج کے جلوس پر سعودی پولیس نے فائرنگ کی، جس کے نتیجے میں یہ اموات واقع ہوئیں، اور سعودی حکومت کا کہنا یہ ہے کہ سعودی پولیس کی طرف سے کوئی گولی نہیں چلائی گئی، بلکہ ایرانی مظاہرین کی تخریب کاری کے دوران لوگ بھگدڑ سے کچل کر ہلاک ہوئے۔

کوئی بھی شخص جو واقعے کا عینی شاہد نہ ہو، ان میں سے کسی بیان کی یقینی طور پر تصدیق یا تکذیب کی پوزیشن میں نہیں ہو سکتا لیکن اس بحث میں پڑے بغیر کہ واقعۃً فائرنگ کس کی طرف سے ہوئی، یہ بات دونوں فریقوں کو تسلیم ہے کہ ایرانی حجاج نے ایک مظاہرہ کیا اور جلوس نکالا تھا جو جنت المعلیٰ کی طرف سے حرم شریف کی طرف آ رہا تھا کہ راستے میں یہ واقعہ پیش آیا۔ اس کے علاوہ اس بات سے

بھی کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ ایرانی حجاج نے چند سالوں سے حج کے موقع پر سعودی عرب میں سیاسی انداز کے مظاہروں اور جلوسوں کی طرح ڈالی تھی جس کا سلسلہ ہر سال دراز ہوتا جارہا تھا۔ سُننے میں آیا ہے کہ ان جلوسوں اور مظاہروں میں امریکہ اور اسرائیل کے علاوہ بعض مسلم ممالک کی حکومتوں کے خلاف بھی اشتعال انگیز نعرے لگائے جاتے تھے، اور امسال تو بعض افراد نے احقر سے خود اپنے کانوں سے سُنی ہوئی ایک تقریر کے جُملے نقل کئے جن میں کُھلّم کھلّا سعودی حکومت کی مذمت اور اس پر طعن وتشنیع کے سخت الفاظ موجود تھے۔

سوال یہ ہے کہ حج کے مبارک موقع پر مظاہروں اور جلوسوں کا کیا جواز ہے؟ اس وقت عالمِ اسلام سیاسی سطح پر جس افتراق وانتشار کا شکار ہے، اور مسلم ممالک جس طرح مختلف دھڑوں میں افسوسناک حد تک بٹے ہوئے ہیں، اس میں لے دے کر ایک حج ہی کا موقع ایسا ہوتا ہے جس میں وہ اپنے باہمی اختلافات کو بھُلاکر پوری یکسوئی کے ساتھ اپنے رب کے حضور حاضر ہوں، اور سیاسی نظریات کے سنگین اختلافات کے باوجود کم ازکم اس عبادت کی ادائیگی میں مکمل یک جہتی کا مظاہرہ کریں۔ ابتک بفضلہٖ تعالیٰ حج کے موقع پر یک جہتی کی یہ فضا مثالی طور پر برقرار رہی ہے۔ جو لوگ اپنے اپنے وطن میں رہتے ہوئے ایکدوسرے پر صبح وشام کیچڑ اُچھالتے ہیں، بلکہ بسا اوقات دست وگریباں ہونے تک نوبت پہنچتی ہے، وہ بھی حج کے دنوں میں شیر وشکر ہوکر مناسک کی ادائیگی میں مصروف رہتے ہیں، اور وہاں پہنچکر باہمی تلخیوں میں کچھ کمی تو آتی ہے، اضافہ کبھی نہیں ہوتا۔

اس معاملے میں سعودی حکومت کا طرزِ عمل بھی نہایت مناسب رہا ہے، اس نے حجاج کی سہولت کیلئے جو انتظامات کئے ہیں، ان سے کوئی کورچشم بھی انکار نہیں کرسکتا۔ ان انتظامات کا فائدہ تمام ملکوں کے ساتھ یکساں رہا ہے۔ سیاسی پلیٹ فارم پر سعودی حکومت کے بھی بعض ملکوں سے نہایت شدید اختلافات ہیں، بلکہ بعض ملکوں سے عداوتیں تک موجود رہی ہیں، لیکن حجاج کے ساتھ سرکاری سطح پر کبھی کسی امتیازی سلوک کا شکوہ سعودی حکومت کے کسی دُشمن کو بھی نہیں ہوا، اور حقیقت یہ ہے کہ اگر سعودی حکومت ایسی کوئی غلطی کرتی تو یہ حج جیسی عظیم الشان عبادت کو ختم کرنے کے مرادف ہوتا، اور اس صورت میں حج کے دوران وہ خوشگوار فضا کبھی برقرار نہیں رہ سکتی تھی جس کا مظاہرہ بحمداللہ سالہا سال سے ہورہا ہے۔

اسی طرح ابتک بفضلہٖ تعالیٰ دُنیا بھر کے تمام مسلمان ملکوں نے بھی حج کے تقدس کو برقرار رکھنے کا پورا پورا اہتمام کرنے کی کوشش کی ہے، اور کسی بھی ملک نے مُسلمانوں کے اس روح پرور اجتماع کو کُھلّم کھلّا اپنے سیاسی نظریات کی ترویج کیلئے استعمال نہیں کیا۔ بہت سے وہ ملک جو سیاسی سطح پر سعودی حکومت کے مخالف اور سیاسی دھڑے بندیوں میں اس کے حریف اور مدِمقابل ہیں، انہوں نے بھی کبھی ایسی کوشش نہیں کی۔

ظاہر ہے کہ حج کے دوران یہ پُرسکون اور خوشگوار فضا اسی بنا پر قائم رہی ہے کہ سعودی

حکومت اور حجاج دونوں نے حرمین شریفین کی فضا کو اپنے باہمی سیاسی اختلافات سے پاک رکھا ہے، اور حج کے ماحول کو اپنے سیاسی نظریات سے آلودہ ہونے نہیں دیا۔

اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ موجودہ دَور میں اپنے نظریات و جذبات کے اظہار کیلئے جلسوں جلوسوں اور مظاہروں کا جو طریقہ نکلا ہے، وہ کسی بھی طرح عبادات کی یکسوئی اور پرسکون فضا سے میل نہیں کھا سکتا۔ ظاہری سطح پر ان جلوسوں اور مظاہروں کا مقصد خواہ کتنا معصوم کیوں نہ ہو، لیکن ان کا اصل تخاطب عقل و دانش کے بجائے جذبات سے ہوتا ہے، اور درحقیقت مشتعل جذبات ہی ان جلوسوں کی قیادت کرتے ہیں، لہٰذا ان کی کارروائیوں کو معقولیت اور توازن کی حدود میں رکھنا تقریباً ناممکن ہے۔

تجربہ شاہد ہے کہ سیاسی طرز کے جلوسوں میں اشتعال انگیز نعرے، مخالفین پر طعن و تشنیع بلکہ سب و شتم کی بوچھاڑ ایک لازمی عنصر کی حیثیت رکھتی ہے جو بسا اوقات ہنگامہ آرائی اور توڑ پھوڑ پر منتج ہوتی ہے۔ اگر آغاز میں ہنگامہ آرائی کی نیت نہ ہو، تب بھی مشتعل جذبات کیلئے ایک معمولی سی چنگاری کافی ہوتی ہے، اور بعض اوقات محض ایک بے بُنیاد افواہ بھی اس آتشگیر مادے کیلئے دیاسلائی کا کام کرتی ہے۔

لہٰذا کسی پُرسکون فضا میں کوئی سیاسی انداز کا جلوس نکالنا یا مظاہرے کرنا بذاتِ خود اس پُرسکون فضا کو برباد کرنے کے مرادف ہے، اور ہم نہیں سمجھتے کہ کوئی بھی معقولیت پسند انسان حج جیسے موقع پر اس قسم کے جلوسوں کی حمایت کریگا۔ اگر کسی شخص کو جلوس نکالنے اور مظاہرے کرنے کا ایسا ہی شوق ہے تو اس شوق کی تکمیل کیلئے پوری دُنیا پڑی ہے، آخر حرمین شریفین کی مقدس فضا کو اس مقصد کیلئے استعمال کرنے کا کیا جواز ہے؟ اگر پیشِ نظر واقعۃً امریکی سامراج کے خلاف اپنے جذبات کا اظہار ہے تو یہ جلوس اور مظاہرہ واشنگٹن کے وہائٹ ہاؤس یا کسی امریکی سفارت خانے کے سامنے کیا جائے۔ لیکن یہ عجیب منطق ہے کہ امریکی حکومت سے تو اسلحہ تک حاصل کرنے میں دریغ نہ ہو، اور امریکی اقدامات کے خلاف مظاہرہ حرم پاک کی مقدس فضا میں منعقد کر کے سزا اُن غریب حاجیوں کو دی جائے جو عمر بھر پیسہ پیسہ جوڑ کر کسی طرح حج ادا کرنے کیلئے پہنچے ہیں۔

چنانچہ جب ابتدا میں ایرانی حجاج کی طرف سے جلوسوں اور مظاہروں کا سلسلہ شروع ہوا تو یہ بات موجبِ حیرت بھی تھی اور تشویشناک بھی کہ سعودی حکومت کی طرف سے ان اقدامات کی اجازت کیوں دی گئی؟ اس لئے کہ اگر یہ سلسلہ ایک مرتبہ چل نکلا تو حج کی عبادت جو اب تک سکون و عافیت کے ساتھ انجام پاتی رہی ہے، اس کا پُرسکون ماحول خطرے میں پڑ جائیگا۔

یوں تو کئی سال سے حج کے موقع پر ایرانی جلسوں جلوسوں کا سلسلہ جاری تھا، لیکن بعض خبروں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مرتبہ حج کے مقدس اجتماع کو "ایرانی انقلاب" اور موجودہ ایرانی فکر کے مؤثر پرچار کیلئے زیادہ قوت کے ساتھ استعمال کرنے کا پروگرام تھا۔ لندن سے نکلنے والے ایک

پندرہ روزہ مسلم رسالے "امپیکٹ انٹرنیشنل" نے اپنے ایک تازہ مضمون میں ایران کے سابق حج سپروائزر موسوی صاحب کے ایک بیان کا حوالہ دیا ہے جس میں انہوں نے امام خمینی کی یہ ہدایت نقل کی ہے کہ "یہ حج ہنگامہ خیز حج ہونا چاہیئے جس میں سُپر پاورز امریکہ اور روس کی خوب مذمت کی جائے، ورنہ یہ کوئی حج نہیں ہوگا۔" (IMPACT LONDON 14 AUGUST P. 11) "امپیکٹ" نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے قبل ایران کی طرف سے متعدد حج کانفرنسیں بھی منعقد ہو چکی ہیں جن میں حج کے انتظامات کو بہتر بنانے کی مناسب تجاویز کے ساتھ ساتھ اس سے سیاسی مقاصد حاصل کرنے پر بھی زور دیا گیا، اور بعض مرتبہ یہ تجویز بھی پیش کی گئی کہ حرمین شریفین میں ایک انٹرنیشنل حکومت قائم ہونی چاہیئے۔

ایران کے سرکاری حلقوں کی طرف سے حج کے موقع پر اس قسم کے جلوسوں اور مظاہروں کی تائید میں جو دلیل پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام میں سیاست بھی دین کا ایک حصہ ہے، لہٰذا حج جیسے بین الاقوامی اجتماع کو مسلمانوں کے سیاسی مقاصد کے حصول کیلئے ضرور استعمال کرنا چاہیئے، اس میں دین کے خلاف کوئی بات نہیں ہے۔

یہ تو ایک قدرے تفصیل طلب موضوع ہے کہ جو سیاست دین کا ایک حصہ ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟ اور موجودہ دور میں جو کارروائیاں سیاست کے نام پر کی جاتی ہیں، اور جو سر سے لیکر پاؤں تک مغرب کی اندھی تقلید کا شاخسانہ ہیں، اُن کا دین و شریعت سے کیا تعلق ہے؟ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر اس دلیل کی بنیاد پر ایک ملک حج کے اجتماع میں جلوسوں اور مظاہروں کا جواز تلاش کر سکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ کوئی دوسرا ملک جو سیاسی فکر و عمل میں کسی مختلف موقف کا حامل ہو، وہ بھی اسی دلیل کو بنیاد بنا کر علیحدہ جلوسوں اور مظاہروں کا اہتمام نہ کرے؟ ہر مسلم ملک یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس کا سیاسی موقف زیادہ درست اور دین کا حصہ ہے، لہٰذا حج میں دوسرے ارکان کی ادائیگی کے ساتھ دین کے اس اہم رکن کا مظاہرہ کرنے کیلئے اسے بھی جلسوں اور جلوسوں کی ضرورت ہے۔

یہ منطق اگر دراز ہو تو اس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ (خدانخواستہ) میدانِ عرفات "لبیک" کی صداؤں کے بجائے اُن متضاد سیاسی نعروں سے گونجا کرے جنہوں نے عالمِ اسلام کو پارہ پارہ کیا ہوا ہے۔ اور لے دے کر پوری دُنیا میں اگر ایک مقدس ایسا رہ گیا ہے جہاں پہنچ کر مسلمان اپنے باہمی اختلافات بھول جاتے ہیں، تو وہ بھی ہنگامہ بازی، اور سیاسی ٹکراؤ کی نذر ہو کر رہ جائے۔

یہ ایک ایسی بدیہی حقیقت ہے جس سے کوئی بھی شخص جس میں معقولیت اور معاملہ فہمی کی ادنیٰ رمق موجود ہو، اس سے انکار نہیں کر سکتا، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اس انتہائی سنگین اور خطرناک طرزِ عمل کو باقاعدہ مہم بنایا جا رہا ہے، اور اس پر اسلام کے نام پر اس درجہ اصرار کیا جا رہا ہے کہ جو شخص اس طرزِ عمل کا حامی نہ ہو، وہ گویا مسلمان ہی نہیں ہے۔

ایران کے موجودہ سرکاری رہنماؤں کو سابق شاہ کا تختہ اُلٹنے میں بلاشبہ غیر معمولی کامیابی ہوئی، لیکن اقتدار میں آنے کے بعد ان میں ٹھہراؤ پیدا ہونے کے بجائے ایک عجیب قسم کا پندار پیدا

ہو گیا ہے جس کی وجہ سے وہ دوست دشمن میں تفریق کے بغیر ہر جگہ اپنے ایک مخصوص طرزِ فکر کو بزور رائج کرنا اپنا حق سمجھنے لگے ہیں، یہ طرزِ عمل صرف دوسروں کیلئے ہی تکلیف دہ نہیں ہے، خود ان کے حق میں بھی مآلِ کار کسی طرح فائدہ مند نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ اپنے اس پندار سے اپنے آپ کو آزاد کر کے حقائق کا سنجیدگی کے ساتھ سامنا کر سکیں تو آج عالمِ اسلام کے وہ بہت سے مسائل حل ہو جائیں جو اسی پندار کا شاخسانہ ہیں۔

بہرصورت! مکہ مکرمہ میں سینکڑوں جانوں کے ضیاع کا جو انتہائی المناک واقعہ پیش آیا، وہ ہر مسلمان کیلئے رنج وغم کا باعث ہے، ان اموات کا سبب گولیاں بنی ہوں، یا باہمی تصادم، بہرصورت! اس واقعے کی اصل ذمہ داری اس طرزِ فکر پر عائد ہوتی ہے جس نے حج کے موقع کو سیاسی انداز کے جلسوں جلوسوں اور مظاہروں کی نہ صرف گنجائش پیدا کی، بلکہ اسے جزوِ ایمان قرار دیدیا۔ ہر مسلمان کی یہ فطری خواہش اور پورے عالمِ اسلام کی اجتماعی ضرورت ہے کہ آئندہ حرمین شریفین میں اس قسم کے واقعات کا اعادہ نہ ہو، لہٰذا سعودی حکومت کا فرض ہے کہ وہ آئندہ کسی بھی ملک کو حج کے موقع پر کسی بھی قسم کے جلوسوں اور مظاہروں کی ہرگز اجازت نہ دے، خواہ وہ ظاہری نظر میں کتنے معصوم مقاصد کیلئے منعقد کئے جا رہے ہوں، عالمِ اسلام کے تمام ملکوں کو بھی اس معاملے میں سعودی حکومت کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے تاکہ تمام مسلمان حسبِ سابق پورے امن و سکون کی فضا میں مناسکِ حج ادا کر سکیں۔

وما علینا الا البلاغ

محمد تقی عثمانی عفی عنہ

۱۵ محرم ۱۴۰۸ھ

## درخواست دعائے مغفرت

مولانا روح البیان عباسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خطیب مسجد طیبہ ملیر سٹی۔ فاضل دار العلوم کراچی مورخہ ۵ ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ کو رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

قارئین البلاغ سے دعائے مغفرت اور حسب مقدور ایصالِ ثواب کی درخواست ہے۔

(ادارہ)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

# موت اور نیند کے وقت قبضِ روح اور دونوں میں فرق کی تفصیل

معارف القرآن ○ سورہ زمر ○ آیت ۴۲ تا ۴۵

## خلاصۂ تفسیر

اللہ ہی قبض (یعنی معطل) کرتا ہے اُن جانوں کو (جن کا وقت موت آگیا ہے) ان کی موت کے وقت (مکمل طور پر کہ زندگی بالکل ختم ہوجائے) اور اُن جانوں کو بھی جن کو موت نہیں آئی اُن کے سونے کے وقت (یہ تعطل بالکلیہ نہیں ہوتا ایک حیثیت حیات کی باقی رہ جاتی ہے مگر ادراک نہیں رہتا اور موت کی صورت میں نہ ادراک رہتا ہے نہ حیات) پھر (اس معطل کرنے کے بعد) اُن جانوں کو تو (بدن کی طرف عود کرنے سے) روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے اور باقی جانوں کو (جو نیند کی وجہ سے معطل ہوگئی تھیں اور ابھی ان کی موت کا وقت نہیں آیا) ایک میعادِ معین (یعنی مدت) تک کے لئے آزاد کردیتا ہے (کہ پھر واپس جاکر بدن میں بدستور سابق تصرفات کرنے لگے) اس (مجموعہ تصرفاتِ الٰہیہ) میں اُن لوگوں کے لئے جو سوچنے کے عادی ہیں (خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور بلاشرکت غیرے تمام عالم کے انتظامات کرنے پر) دلائل ہیں (جن سے اللہ کی توحید پر استدلال کرتے ہیں) ہاں کیا (توحید کے دلائل واضحہ قائم ہوتے ہوئے) ان لوگوں نے خدا کے سوا دوسروں کو (معبود) قرار دے رکھا ہے جو (ان کی) سفارش کریں گے (جیسا کہ مشرکین اپنے بتوں کے متعلق کہا کرتے تھے هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ) آپ کہہ دیجئے کہ اگرچہ یہ (تمہارے گھڑے ہوئے شفعاء) کچھ بھی قدرت نہ رکھتے ہوں اور کچھ بھی علم نہ رکھتے ہوں (کیا پھر بھی تم یہی سمجھتے چلے جاؤ گے کہ یہ تمہاری سفارش کریں گے ۔ کیا اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ شفاعت کے لئے علم اور اس کے مناسب قدرت تو ضروری ہے جو ان میں مفقود ہے یہاں بعض مشرک یہ کہہ سکتے تھے کہ یہ پتھر کے تراشے ہوئے بُت ہمارا مقصود

نہیں بلکہ یہ مجسمے اور شکلیں فرشتوں کی یا جنات کی ہیں وہ تو ذی روح بھی ہیں قدرت اور علم بھی رکھتے ہیں۔ اس لئے اس کے جواب کی یہ تعلیم دی گئی کہ) آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ سفارش تو تمام تر خدا ہی کے اختیار میں ہے (بدون اس کی اجازت کے کسی فرشتے یا بشر کی مجال نہیں کہ کسی کی سفارش کر سکے اور اللہ تعالیٰ کی اجازت شفاعت کے لئے دو شرطیں ہیں ایک شفاعت کرنے والے کا عند اللہ مقبول ہونا، دوسرے جس کی شفاعت کی جائے اس کا قابل مغفرت ہونا۔ اب سمجھ لو کہ مشرکین نے بتوں کو جن کی شکلیں سمجھ کر اختیار کیا ہے اگر وہ جنات و شیاطین ہیں تو دونوں شرطیں مفقود ہیں نہ شفاعت کرنے والے مقبول عند اللہ ہیں نہ یہ مشرک قابل مغفرت ہیں اور اگر ان شکلوں کو ملائکہ یا انبیاء کی شکلیں قرار دے رکھا ہے تو شفاعت کرنے والوں کے مقبول ہونے کی شرط تو موجود ہوئی مگر دوسری شرط مفقود ہے ان مشرکین میں صلاحیت مغفرت کی نہیں ہے۔ آگے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ) تمام آسمان و زمین کی سلطنت اسی کی ہے پھر تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے (اسی لئے سب کو چھوڑ کر اسی سے ڈرو اسی کی عبادت کرو) اور (توحید کے دلائل واضحہ قائم ہونے کے باوجود کفار و مشرکین کا حال یہ ہے کہ) جب فقط اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے (کہ وہ بلا شرکت غیرے تمام عالم کے سیاہ سفید کا مالک مختار اور متصرف ہے) تو ان لوگوں کے دل منقبض ہوتے ہیں جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر آتا ہے (خواہ صرف انہیں کا ذکر ہو یا اللہ کے ذکر کے ساتھ ان کا بھی ذکر ہو) تو اسی وقت وہ لوگ خوش ہو جاتے ہیں۔

## معارف و مسائل

**موت اور نیند کے وقت قبض روح اور دونوں کی تفصیل** | اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا۔ توفی کے لفظی معنی لے لینے اور قبض کر لینے کے ہیں۔ اس آیت میں حق تعالیٰ نے یہ بتلایا ہے کہ جانداروں کی ارواح ہر حال ہر وقت اللہ تعالیٰ کے زیر تصرف ہیں، وہ جب چاہے ان کو قبض کر سکتا ہے اور واپس لے سکتا ہے اور اس تصرف خداوندی کا ایک مظاہرہ تو ہر جاندار روزانہ دیکھتا اور محسوس کرتا ہے کہ نیند کے وقت اس کی روح ایک حیثیت سے قبض ہو جاتی ہے، پھر بیداری کے بعد واپس مل جاتی ہے اور آخر کار ایک وقت ایسا آنے گا کہ بالکل قبض ہو جائے گی پھر واپس نہ ملے گی۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ قبض روح کے معنی اس کا تعلق بدن انسانی سے قطع کر دینے کے ہیں، کبھی یہ ظاہراً و باطناً بالکل منقطع کر دیا جاتا ہے۔ اسی کا نام موت ہے اور کبھی صرف ظاہراً منقطع کیا جاتا ہے باطناً باقی رہتا ہے۔ جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ صرف حس اور حرکت ارادیہ جو ظاہری علامت زندگی ہے وہ منقطع کر دی جاتی ہے اور باطناً تعلق روح کا جسم کے ساتھ باقی رہتا ہے۔ جس سے وہ سانس لیتا ہے اور زندہ رہتا ہے اور صورت اس کی یہ ہوتی ہے کہ روح انسانی کو عالم مثال کے مطالعہ کی طرف متوجہ کر کے اس عالم سے غافل اور معطل کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ انسان مکمل آرام پا سکے اور کبھی یہ باطنی تعلق بھی منقطع کر دیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے جسم کی حیات بالکل ختم ہو جاتی ہے۔

آیت مذکور میں لفظ توفی بمعنی قبض بطور عموم مجاز کے دونوں معنی پر حاوی ہے موت اور نیند دونوں میں قبض روح کا یہ فرق جو اوپر بیان کیا گیا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ایک قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے انہوں

نے فرمایا کہ سونے کے وقت انسان کی روح اس کے بدن سے نکل جاتی ہے مگر ایک شعاع روح کی بدن میں رہتی ہے جس سے وہ زندہ رہتا ہے اور اسی رابطۂ شعاعی سے وہ خواب دیکھتا ہے۔ پھر یہ خواب اگر روح کے عالم مثال کی طرف متوجہ رہنے کی حالت میں دیکھا گیا تو وہ سچا خواب ہوتا ہے اور اگر اس طرف سے بدن کی طرف واپسی کی حالت میں دیکھا تو اس میں شیطانی تصرفات ہوجاتے ہیں وہ رؤیائے صادقہ نہیں رہتا اور فرمایا کہ نیند کی حالت میں جو روح انسانی اس کے بدن سے نکلتی ہے تو بیداری کے وقت آنکھ جھپکنے سے بھی کم مقدار وقت میں بدن میں واپس آجاتی ہے۔

# مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کا نواں سالانہ

# اجتماع

بتاریخ ۱۶، ۱۷، ۱۸ اکتوبر سنہ ۱۹۸۷ء

۲۲، ۲۳، ۲۴ صفر سنہ ۱۴۰۸ھ

بروز جمعہ ۰ ہفتہ ۰ اتوار

حسب سابق جامعہ اشرفیہ فیروزپور روڈ (مولانا اشرف علی روڈ) لاہور میں منعقد ہوگا انشاء اللہ

## جس میں علماء کرام و مشائخ عظام تشریف لائینگے

اس بابرکت اجتماع میں خود بھی تشریف لاویں اور احباب کو بھی ہمراہ لاویں

نوٹ: اجتماع کی آخری نشست میں پاکستان کی عظیم الشان درسگاہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے فارغین طلبہ کی دستار بندی بھی ہوگی

آنے والے حضرات

ریلوے سٹیشن سے بس نمبر ۵ — نمبر ۱۱۳ — نمبر ۱۱۴ اور ویگن نمبر ۱۴ — نمبر ۳۴ سے تشریف لاویں

## مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان لاہور

نوٹ: بعد نماز عصر حضرت تھانوی کے سلسلہ کے خلفاء کی خاص مجلس کا اہتمام ہوگا

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی

# ماہ صفر اور جاہلانہ خیالات

## صفر کے معنیٰ

صفر - عربی زبان کا لفظ ہے جس میں ص اور ف دونوں پر زبر ہے اس کے معنی وہی ہیں جو عام طور پر مشہور و معروف ہیں یعنی اسلامی مہینوں میں دوسرا مہینہ (صحاح)

## صفر کے متعلق اہل عرب کے توہمات

اسلام سے پہلے دورِ جاہلیت میں "صفر" کے متعلق اہل عرب کے مختلف اور عجیب و غریب توہمات تھے، حضراتِ محدثین کرام رحمہم اللہ نے ان سب کو تفصیل سے ذکر فرمایا ہے، ذیل میں ان کا مختصر انتخاب پیش کیا جاتا ہے،

" صفر کے متعلق اہل عرب کا یہ گمان تھا کہ اس سے مراد وہ سانپ ہے جو انسان کے پیٹ میں ہوتا ہے اور بھوک کی حالت میں انسان کے ڈستا اور کاٹتا ہے چنانچہ بھوک کی حالت میں جو تکلیف ہوتی ہے وہ اسی کے ڈسنے سے ہوتی ہے۔

بعض اہل عرب کا یہ نظریہ تھا کہ صَفَر سے مراد پیٹ کا وہ جانور ہے جو بھوک کی حالت میں بھڑکتا ہے اور جوش مارتا ہے اور جس کے پیٹ میں ہوتا ہے بسا اوقات اس کو جان سے بھی مار دیتا ہے اور نیز اہل عرب اس کو خارش کے مرض والے سے زیادہ متعدی مرض سمجھتے تھے۔

بعض کے نزدیک صَفَر ان کیڑوں کو کہتے ہیں جو جگر اور پسلیوں کے سرے میں پیدا ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے انسان کا رنگ بالکل پیلا ہو جاتا ہے (جس کو طب کی اصطلاح میں

"یرقان" کہا جاتا ہے اور بسا اوقات یہ مرض انسانی موت کا سبب بھی بن جاتا ہے
بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ صَفر ایک مشہور مہینہ ہے جو محرم اور ربیع الاوّل کے درمیان آتا ہے لوگوں کا اس کے متعلق یہ گمان ہے کہ اس ماہ میں بکثرت مصیبتیں اور آفتیں نازل ہوتی ہیں نیز اہلِ عرب صَفر کا مہینہ آنے سے بد فالی بھی لیا کرتے تھے۔
حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایامِ جاہلیت میں لوگ ماہ صفر کو ایک سال حلال اور ایک سال حرام ٹھہرایا کرتے تھے مطلب یہ ہے کہ کبھی اہلِ عرب ماہ محرم کو جو ان کے نزدیک محترم مہینوں میں سے ہے جس میں جنگ و جدال حرام سمجھتے تھے وہ کبھی محرم کو بڑھا کر صفر کو بھی اس میں شامل کر لیتے اور جنگ و جدال کو صفر میں بھی ناجائز قرار دے دیتے اور کبھی صفر کو محرم سے علیحدہ قرار دیکر محترم مہینوں سے اس کو خارج کر دیتے اور اس میں جنگ و جدال مباح سمجھتے (مرقات و ماثبت بالسنۃ بتصرف)

## صَفر کے متعلق دورِ حاضر کے لوگوں کے خیالات

آج کل بھی ماہ صفر کے متعلق عام لوگوں کے ذہن میں مختلف خیالات جمے ہوئے ہیں جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:۔

بعض لوگ ماہ صفر میں شادی بیاہ اور دیگر پُرمسرت تقریبات منعقد کرنے اور اہم امور کا افتتاح اور ابتداء کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں صَفر میں کی ہوئی شادی صِفر ہوگی (یعنی ناکام ہوگی) اور اس کی وجہ عموماً ذہنوں میں بھی یہی ہوتی ہے کہ صَفر کا مہینہ نامبارک اور منحوس مہینہ ہے۔ چنانچہ صفر کا مہینہ گزرنے کا انتظام کرتے ہیں اور پھر ربیع الاوّل کے مہینے سے اپنی تقریبات شروع کرتے ہیں۔ اس وہم پرستی کا دین سے کوئی واسطہ نہیں یہ محض باطل ہے۔

بعض لوگ ماہ صفر کی یکم سے تیرہ تاریخ تک کے ایام کو بطور خاص منحوس اور بُرا جانتے ہیں اور ۱۳ تاریخ کو کچھ گھونگھنیاں وغیرہ پکا کر تقسیم کرتے ہیں تاکہ اس نحوست سے حفاظت ہو جائے۔ یہ بھی بالکل بے اصل بات ہے۔"

من گھڑت اور ایجاد کردہ باتوں کی کوئی بنیاد تو ہوتی نہیں، لیکن جب جاہلوں سے یا ان کے گمراہ کن راہنماؤں سے ان کے باطل نظریات کی دلیل مانگی جاتی ہے تو وہ من گھڑت روایتیں اور غلط سلط دلیلیں پیش کیا کرتے ہیں چنانچہ صفر کے منحوس ہونے کے متعلق بھی ان سے ایک روایت منقول ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

مَنْ بَشَّرَنِی بِخُرُوجِ صَفَرَ بَشَّرْتُہٗ بِالْجَنَّۃِ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (جو شخص مجھے ماہ صفر کے ختم ہونے کی بشارت دے گا میں اس کو جنت کی بشارت

دول گا۔ (موضوعات ملا علی قاری ص۶۹)

اس روایت سے یہ لوگ ماہ صفر کے منحوس اور نامراد ہونے پر استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صفر میں نحوست تھی جبھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی اور صفر کے بسلامت گزرنے پر جنت کی بشارت دی تو واضح ہو کہ اول تو حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو بڑے جلیل القدر محدث ہیں۔ اپنی مشہور و معروف کتاب "الموضوعات الکبیر" جس میں موصوف نے موضوع بے اصل اور من گھڑت حدیثیں جمع کی ہیں اس روایت کو ذکر کیا ہے اور موضوع بتایا ہے لہٰذا اس موضوع اور من گھڑت روایت سے استدلال کرنا سراسر جہالت اور گمراہی کی بات ہے پھر اگر اس روایت کے الفاظ پر غور کریں تو ان الفاظ میں کہیں بھی ماہ صفر کے منحوس ہونے پر کوئی اشارہ نہیں ہے۔ لہٰذا ان الفاظ سے ماہ صفر کو منحوس سمجھنا محض اختراع اور اپنا خیال ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں اور تھوڑی دیر کے لئے اس روایت کے من گھڑت ہونے سے قطع نظر کر کے اگر اس کے الفاظ پہ غور کریں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ماہ ربیع الاوّل میں ہونے والی تھی اور آپ موت کے بعد اللہ جل شانہٗ کی ملاقات کے مشتاق تھے جس کی وجہ سے آپ کو ماہ صفر کے گزرنے اور ربیع الاوّل کے شروع ہونے کی خبر کا انتظار تھا اور ایسی خبر لانے پر آپ نے اس بشارت کو مرتب فرمایا۔ چنانچہ تصوف کی بعض کتابوں میں اسی مقصد سے اس روایت کو ذکر کیا گیا ہے لیکن ماہ صفر کی نحوست اس سے قطعاً ثابت نہیں ہوتی۔

بعض لوگ بالخصوص مزدور ماہ صفر کی آخری بدھ کو عید مناتے ہیں۔ اس دن کاریگر اور مزدور کام نہیں کرتے۔ آجر سے مٹھائی کا مطالبہ کرتے ہیں اور ہر مزدور کو مٹھائی اور عیدی دی جاتی ہے۔ یہ بھی محض بے اصل بات ہے اور واجب الترک ہے۔

بعض لوگ اس دن چھٹی کرنے کو اجر و ثواب کا موجب سمجھتے ہیں اور مشہور ہے کہ اس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل صحت فرمایا تھا چنانچہ ایک شعر بھی اس سلسلے میں بنایا ہوا ہے۔ ؎

آخری چہار شنبہ آیا ہے — غسل صحت نبی نے پایا ہے

اس کی بھی کچھ اصل نہیں بلکہ اس دن تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات کی ابتدا ہوئی تھی اور آپ کے مرض وفات پر خوشی کیسی؟

"بعض لوگ اس دن گھروں میں اگر مٹی کے برتن ہوں تو ان کو توڑ دیتے ہیں اور اسی دن بعض لوگ چاندی کے چھلے اور تعویذات بنوا کر ماہ صفر کی نحوست، مصیبتوں اور بیماریوں سے بچنے کی غرض سے پہنا کرتے ہیں ـــــ یہ خالص وہم پرستی ہے جس کو ترک کرنا واجب ہے۔"

زمانہ جاہلیت میں ماہ صفر کے متعلق بکثرت مصیبتیں اور بلائیں نازل ہونے کا جو اعتقاد اوپر نقل کیا گیا ہے اسی کی بنیاد پر بعض مذہبی لوگوں نے بھی اس ماہ کو مصیبتوں اور آفتوں سے بھرپور قرار دیا ہے حتیٰ کہ لاکھوں کے حساب سے آفات و بلیات کے نازل ہونے کی تعداد بھی نقل کر دی ہے اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ

جنہیں القدر انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی اسی ماہ میں مبتلائے مصیبت ہونا قرار دیا ہے اور پھر خود ہی نماز کے خاص خاص طریقے بتلائے جن پر عمل کرنے سے عمل کرنے والا تمام مصائب والام سے محفوظ ہو جاتا ہے یہ سب من گھڑت اور اپنی طرف سے بنائی ہوئی باتیں ہیں جن کی قرآن وسنت سے کوئی سند نہیں ہے۔ کیونکہ جب بنیادی طور پر ماہِ صفر میں مصیبتوں اور آفتوں کا نازل ہونا ہی باطل ہے اور جاہلیت اولیٰ کا ایجاد کردہ نظریہ ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بالکل بے اصل اور بے بنیاد قرار دیا ہے (جیسا کہ عنقریب آرہا ہے) تو اس پر جو بنیاد بھی رکھی جائے گی وہ بھی باطل اور غلط ہی ہوگی۔ ذیل میں ان باتوں کا ایک اقتباس دیا جاتا ہے تاکہ بخوبی سمجھ کر اجتناب کرنا آسان ہو۔

"دوسرا مہینہ سال میں صفر کا ہوتا ہے۔ یہ مہینہ نزول بلا کا ہے تمام سال میں دس لاکھ اسی ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ ان میں سے نو لاکھ بیس ہزار بلائیں خاص ماہ صفر میں نزول کرتی ہیں، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی ماہ صفر کے گزرنے کی خوشخبری سنائے میں اس کو بہشت میں داخل ہونے کی بشارت دوں، حضرت آدم صفی اللہ سے لغزش ہوئی تو اسی مہینہ میں ہوئی۔ حضرت خلیل آگ میں ڈالے گئے تو اول تاریخ صفر کی تھی۔ حضرت ایوب جو مبتلائے بلا ہوئے تو اسی مہینہ میں ہوئے حضرت زکریاؑ، یحییٰؑ، جرجیس ویونس وحضرت محمد سید الانبیا علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام سب مبتلائے بلا اسی میں ہوئے حضرت ہابیل بھی اسی میں شہید ہوئے اسی لئے شب اول اور روز اول ماہ صفر میں ہر مسلمان کو چاہیئے کہ چار رکعت اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں بعد الحمد پندرہ بار سورۃ الکفرون اور دوسری میں اسی قدر قل ھو اللہ تیسری میں اسی قدر سورہ فلق چوتھی میں اسی قدر سورہ ناس پڑھے بعد سلام کے ستر مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر کہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر بلا اور ہر آفت سے محفوظ رکھے گا اور ثواب عظیم عطا فرمائے گا۔ دوسری نماز اس مہینے میں یہ بھی ہے کہ پہلی تاریخ کو غسل کرے اور وقت چاشت کے دو رکعت نفل گیارہ گیارہ بار قل ھو اللہ کے ساتھ پڑھے بعد سلام کے ستر بار درود شریف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ پڑھے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے:۔

اَللّٰھُمَّ اصْرِفْ عَنِّیْ سُوْءَ ھٰذَا الْیَوْمِ وَاعْصِمْنِیْ مِنْ سُوْءِہٖ وَنَجِّنِیْ عَمَّا اَصَابَ فِیْہِ مِنْ نَحُوْسَاتِہٖ بِفَضْلِکَ یَا دَافِعَ الشُّرُوْرِ وَیَا مَالِکَ النُّشُوْرِ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

اے اللہ دور رکھ مجھ سے برائی اس دن کی اور بچا مجھ کو اس کی برائی سے اور نجات دے مجھ کو اس چیز سے کہ جو پہنچے اندر اس کے نحوست اور سختیوں سے اپنے فضل سے، اے شرّ کے دور کرنے والے اور اے مالک قیامت کے اے سب مہربانوں کے مہربان (راحت القلوب فارسی)

آخری چہار شنبہ میں دو رکعت نفل پڑھے۔ ہر رکعت میں بعد الحمد کے تین تین بار قل ھو اللہ پڑھے بعد سلام کے الم نشرح اور والتین اور اذا جاء اور سورۂ اخلاص ان سب کو اسی مرتبہ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس نماز کی برکت سے اس کے دل کو غنی کر دے گا۔

(ہکذا فی رسالہ فضائل الشہور والایام)

یہ تمام باتیں محض غلط، بے بنیاد اور من گھڑت ہیں۔ قرآن و حدیث، صحابہ و تابعین، ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین، کسی سے بھی ان کا کچھ ثبوت نہیں ہے بلکہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاف اور واضح ارشادات کے ذریعے زمانہ جاہلیت کے توہمات اور قیامت تک پیدا ہونے والے تمام باطل خیالات اور صفر کے متعلق وجود میں آنے والے تمام نظریات کی تردید اور نفی فرمادی ہے اور ساتھ ہی عرب کے دورِ جاہلیت میں جن جن طریقوں سے نحوست، بدفالی اور بدشگونی لی جاتی تھی ان سب کی بھی مکمل نفی فرمائی ہے اور مسلمانوں کو ان تمام توہمات سے بچنے کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات مع تشریح ملاحظہ ہوں

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا عدوی ولا طیرۃ ولا ھامۃ ولا صفر وفر من المجذوم کما تفر من الاسد۔
(رواہ البخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا مرض کا لگ جانا، اُلّو اور صفر اور نحوست یہ سب باتیں بے حقیقت ہیں اور جزامی شخص سے اس طرح بچو اور پرہیز کرو جس طرح شیر ببر سے بچتے ہو
(بخاری شریف)

عن جابر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا عدوی ولا صفر ولا غول۔ (رواہ مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مرض لگ جانا، صفر اور غول بیابانی سب خیالات ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ (رواہ مسلم)

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا عدوی ولا ھامۃ ولا نوء ولا صفر۔
(رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مرض کا لگ جانا، اُلّو، نچھتر اور صفر یہ سب وہم پرستی کی باتیں ہیں، ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ (رواہ مسلم)

**تشریح:-** یہ سب بخاری و مسلم کی صحیح صحیح حدیثیں ہیں، دیکھئے ان میں رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صفر

کے متعلق جتنے باطل نظریات، خیالات اور توہمات زمانہ جاہلیت میں عربوں کے اندر رائج تھے ان سب کی صاف
صاف نفی زمادی اور کسی بھی قسم کے توہمات کی کوئی گنجائش نہیں رکھی اور جہاں زمانہ جاہلیت کے توہمات کی ان ارشادات
سے تردید ہوگئی وہاں آپ کے انہی پاک ارشادات سے بعد کے زمانہ میں قیامت تک پیدا ہونے والے تمام غلط
سلط خیالات وتصورات کی نفی بھی ہوگئی کیونکہ آپ کے یہ ارشادات قیامت تک کے لئے ہیں اور ثابت ہوگیا کہ ماہ
صفر المظفر میں ہرگز کوئی نحوست نہیں ہے اور آفات وبلیات اور امراض بھی اس مہینہ میں نازل نہیں ہوتے

آپ کے ارشادات سے یہ بھی واضح ہوا کہ ایک کی بیماری دوسرے کو لگنے کا خیال بھی باطل ہے کسی کی بیماری
بغیر اذنِ الٰہی دوسرے کو نہیں لگتی اور کسی مکان، دکان، زمین، درخت، چرند، پرند، جانور، چاند تارے اور دن
تاریخ میں کوئی نحوست نہیں ہے یہ سب وہم پرستی کی باتیں ہیں۔

مسلمانوں پر لازم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور ارشادات کو مضبوطی سے تھامیں اور
قدیم وجدید جاہلیت کے جملہ توہمات سے اجتناب کریں البتہ ماہ صفر المظفر کے متعلق کسی خاص فضیلت
کا ثبوت قرآن وسنت میں نظر سے نہیں گزرا اور باوجود تلاش کے ملا بھی نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

محمد تقی عثمانی

(۹)

## جامع اموی دمشق میں:

"الباب الصغیر کے قبرستان سے فارغ ہوئے تو مغرب کی اذان ہو رہی تھی، ہم نے قریب ہی کی ایک مسجد میں نمازِ مغرب ادا کی، اور نماز کے بعد دمشق کی شہرۂ آفاق تاریخی مسجد جامع اموی روانہ ہو گئے۔

یہ عظیم الشان مسجد پرانے شہر کے بیچوں بیچ واقع ہے، اور اس کے دروازے تک پہنچنے کیلئے سڑکیں اتنی تنگ اور پر ہجوم ہیں کہ کار کافی دور کھڑی کرنی پڑتی ہے۔ چنانچہ تنگ گلیوں سے گذرتے ہوئے ہم اس مسجد کے قریب پہنچے، اب مسجد کے آس پاس سے مکانات اور دکانوں کو ہٹا کر مسجد کے سامنے ایک کشادہ چوک سا بنا دیا گیا ہے۔ اس چوک سے گذر کر ہم مسجد میں داخل ہوئے۔

یہ جامع اموی، جو کسی زمانے میں فنِ تعمیر کے عجائب میں سے شمار ہوتی تھی، بنو امیہ کے مشہور خلیفہ ولید بن عبد الملک نے تعمیر کی تھی۔ رومیوں کے عہدِ حکومت میں یہاں عیسائیوں کا ایک کلیسا تھا۔ جو کنیسہ یوحنا کہلاتا تھا۔ جب حضرت عمرؓ کے زمانے میں مسلمانوں نے دمشق پر حملہ کیا تو آدھا شہر لڑائی کے ذریعے بزور فتح ہوا، لیکن جب تقریباً آدھا شہر فتح ہو گیا تو اہلِ شہر نے ہتھیار ڈال کر مسلمانوں سے صلح کر لی، چنانچہ باقی نصف شہر صلح کے ذریعے فتح ہوا۔ اسلام کا اصول یہ ہے کہ دشمن کا جو علاقہ لڑائی کے ذریعے فتح ہوا، اس کے بارے میں اسلامی حکومت کو مکمل اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ اس میں جو تصرف چاہے کرے، لیکن جو علاقہ مصالحت کے ذریعے فتح ہو، اس میں صلح کی شرائط کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔

اتفاق سے اس کلیسا کا نصف حصہ لڑائی سے اور باقی نصف حصہ مصالحت سے فتح ہوا تھا۔ جو حصہ لڑائی سے فتح ہوا تھا، اس میں تو مسلمانوں نے اپنے شرعی اختیار پر عمل کرتے ہوئے مسجد بنالی، لیکن باقی نصف حصہ جو صلحاً فتح ہوا تھا، اس کو معاہدے کی شرائط کے تحت کلیسا ہی برقرار رکھا۔

چنانچہ فتح دمشق کے بعد سالہا سال تک یہاں مسجد اور کلیسا برابر برابر قائم رہے، جب ولید بن عبدالملک کا زمانہ آیا تو نماز پڑھنے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہوگئی کہ مسجد تنگ پڑ گئی، دوسری طرف مسجد کے بالکل برابر کلیسا ہونے کی وجہ سے ایک مستقل بدمزگی شروع سے چلی آتی تھی۔ ولید بن عبدالملک چاہتے تھے کہ کلیسا کا حصہ بھی مسجد میں شامل کر لیا جائے، لیکن معاہدے کی شرائط کے مطابق کلیسا قائم رکھنے پر مجبور تھے۔ انہوں نے کلیسا کے ذمہ داروں کو بلا کر ان سے بات چیت کی، اور اس جگہ کے بدلے انہیں چار کلیساؤں کے برابر جگہ دینے، یا اس کے معاوضے میں منہ مانگی رقم پیش کرنے کی پیش کش کی، لیکن وہ یہاں سے کلیسا ہٹانے پر رضامند نہیں ہوئے۔

اس حد تک تو روایات متفق ہیں، اس کے بعد روایات میں اختلاف ہے۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے انکار کے بعد ولید بن عبدالملک نے زبردستی اس حصے پر قبضہ کر کے وہاں مسجد تعمیر کردی، پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا دور آیا تو عیسائیوں نے ان سے اس زبردستی کی شکایت کی۔ اس پر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان عیسائیوں کے حق میں فیصلہ دیا، اور اس حصے سے مسجد ختم کر کے اسے عیسائیوں کے حوالے کرنے کا ارادہ فرمالیا، لیکن بعد میں دمشق کے حاکم نے عیسائیوں کو منہ مانگا معاوضہ دیکر راضی کرلیا، اور پھر وہ خوشی سے اس حصے سے دستبردار ہوگئے۔[1]

اور بعض روایات سے اس کے برخلاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ ولید بن عبدالملک نے شروع ہی سے عیسائیوں پر کوئی زبردستی نہیں کی تھی، بلکہ یہ کہا تھا کہ اگر وہ یہ کلیسا کی زمین مسجد کیلئے دینے پر رضامند ہوجائیں تو دمشق اور اس کے مضافات کا جو حصہ مسلمانوں نے بزور فتح کیا تھا، وہاں کے جن چار کلیساؤں کے انہدام کا فیصلہ ہوچکا ہے، وہ فیصلہ واپس لے لیا جائے گا، اور یہ چاروں کلیسا آپ کو واپس کردیئے جائیں گے، چنانچہ اس پر عیسائیوں نے اپنی رضامندی سے یہ کلیسا مسلمانوں کے حوالے کردیا۔[2]

بہرصورت! ولید نے جب کلیسا کو اپنی تحویل میں لیکر اسے منہدم کرنے کا ارادہ کیا تو عیسائیوں نے کہا کہ ہمارے یہاں یہ عقیدہ مشہور ہے کہ جو شخص اس کلیسا کو منہدم کریگا وہ پاگل ہوجائے گا، لہٰذا آپ اسے منہدم نہ کیجئے۔ لیکن ولید نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو میں اس کا انہدام خود اپنے ہاتھوں سے شروع کروں گا۔ چنانچہ سب سے پہلی کدال ولید نے ماری، اور اس کے بعد دوسرے

---

[1] فتوح البلدان للبلاذری ص ۱۴۹۔ القسم الأول۔

[2] تاریخ ابن عساکر ص ۱۹ ج ۲ والبدایۃ والنہایۃ ص ۱۴۵ ج ۹۔

مسلمانوں نے اسے مسمار کردیا۔

اب ولید بن عبد الملک نے دونوں حصوں کو ملا کر ایک عظیم الشان مسجد کی تعمیر کا آغاز کیا جو اپنے فنِ تعمیر کے لحاظ سے اُس دَور کی سب سے عالیشان اور سب سے خوبصورت مسجد قرار پائی۔ کہتے ہیں کہ اسکی تعمیر پر ایک کروڑ بارہ لاکھ دینار خرچ ہوئے تھے۔

مسجد کا اندرونی ہال جس میں محراب بنی ہوئی ہے شرقاً غرباً دو سو فیٹ لمبا، اور سو فیٹ چوڑا تعمیر کیا گیا، اس کے قبلے کی دیوار میں سنگِ مرمر کے ساتھ سونا بھی جڑا گیا تھا۔ اس ہال کے اوپر ایک شاندار گنبد تعمیر کیا گیا جسے "قبۃ النسر" کہتے ہیں، یہ کسی زمانے میں دمشق کی بلند ترین عمارت تھی، اور اس کا پُرشکوہ منظر دُنیا میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اندلس کا مشہور سیاح محمد بن جبیر ۵۸۰ھ میں یہاں پہنچا تو اس گنبد پر چڑھنے کا حال بیان کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے :-

> "ہم نے دُنیا میں جو عجیب و غریب مناظر دیکھے ہیں، اور جن پُرشکوہ عمارتوں کا مشاہدہ کیا ہے، ان میں جامعِ اموی کے قبے پر چڑھنے کا تجربہ ایک عظیم ترین تجربہ تھا۔[1]

ابنِ جُبیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ جامعِ اموی کے گنبدوں کی یہ خاصیت مشہور ہے کہ ان میں نہ مکڑی جالے بُن سکتی ہے، اور نہ چمگادڑیں ان کو اپنا مسکن بنا سکتی ہیں۔

مسجد کی دیوارِ قبلہ میں کئی محرابیں ہیں، اور یہ خلافت عثمانیہ کے دَور میں مختلف فقہی مذاہب کے علیحدہ علیحدہ مصلّوں کے طور پر استعمال ہوتی رہی ہیں، اب بھی جامعِ اموی میں حنفی اور شافعی جماعتیں علیحدہ علیحدہ ہوتی ہیں، لیکن دونوں جماعتوں میں محراب ایک ہی استعمال ہوتی ہے، اور اب ان جماعتوں میں لوگوں کی شرکت کسی مخصوص فقہی مسلک سے وابستگی کی بنیاد پر کم اور اپنی سہولت کی بنیاد پر زیادہ ہوگئی ہے، مثلاً تمام اوقات میں شافعی مسلک کی جماعت پہلے ہوتی ہے، اور حنفی مسلک کی بعد میں۔ اب جس شخص کو اپنی مصروفیات کے لحاظ سے جس جماعت میں شرکت کا موقع مل جاتا ہے، وہ اس میں شریک ہو جاتا ہے، خواہ حنفی ہو یا شافعی۔

مسجد کے ہال میں ایک مقبرہ بنا ہوا ہے جس کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ یہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سرِ مبارک مدفون ہے۔ حافظ ابن عساکرؒ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جامع اموی کی تعمیر کے دوران ایک غار دریافت ہوا، ولید بن عبد الملک کو اس کی خبر کی گئی، ولید بن عبد الملک خود اس غار میں داخل ہوئے تو اس میں ایک صندوق رکھا ہوا ملا، اس صندوق میں ایک انسانی سر رکھا ہوا تھا، اور اس پر لکھا تھا کہ "یہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر ہے"۔ زید بن واقد جو اُس وقت مسجد کی تعمیر نگرانی کر رہے تھے، ان کا بیان ہے کہ اس سرِ مبارک کی مَیں نے زیارت کی، اس کے چہرے اور بشرے

---

[1] رحلۃ ابن جبیر ص ۲۳۰ -

اور بانوں میں ذرا بھی تغیر نہیں آیا تھا[1] ــــ یہاں اللہ تعالیٰ کے ایک اور جلیل القدر پیغمبر کو سلام عرض کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے مزار کی مغربی جانب میں ایک طویل و عریض شمع لگی ہوئی ہے، یہ موم بتی ہے، لیکن اس کی اونچائی بارہ فٹ اور گولائی تقریباً دو فٹ ہے۔ جامع اموی میں ایسی ایسی بہت سی شمعیں رکھی ہوئی تھیں۔ بجلی کی دریافت سے پہلے انہی شمعوں کو روشنی کیلئے استعمال کیا جاتا تھا، میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ رات کے وقت جب شمعیں گُل کی جاتی تھیں تو پوری مسجد مشک کی خوشبو سے اس قدر مہک اٹھتی تھی کہ لوگ اس تیز خوشبو کو برداشت نہیں کر سکتے تھے، اور باہر نکل جاتے تھے۔

مسجد کے ہال سے صحن کی طرف جائیں تو درمیان میں ایک کشادہ برآمدہ ہے جو صحن کا چاروں طرف سے احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اسی برآمدے کے مشرقی حصے میں ایک جگہ ایک اور مزار بنا ہوا ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ مبارک مدفون ہے۔ یہ بات آجکل تو بہت مشہور ہو گئی ہے، ایک روایت بھی ہے کہ حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد آپ کا سرِ مبارک یزید کے پاس دمشق لایا گیا تھا، اس روایت کی بنا پر اس خیال کو کچھ تقویت بھی ملتی ہے کہ شاید بعد میں سرِ مبارک یہاں دفن کر دیا گیا ہو۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ دمشق اور جامع اموی کے قدیم مؤرخین میں سے کوئی بھی یہ بات ذکر نہیں کرتا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ مبارک یہاں دفن کیا گیا۔ حافظ ابن عساکرؒ جو دمشق کے فضائل و مناقب اور اسکے مفاخر کو بیان کرنے کے بڑے حریص ہیں، اور اس سلسلے میں انہوں نے ضعیف، منکر بلکہ موضوع احادیث بیان کرنے سے بھی گریز نہیں کیا، وہ کہیں حضرت حسینؓ کے مزار کا تذکرہ نہیں فرماتے۔ علامہ نعیمیؒ جن کی کتاب "تنبیہ الطالب" تاریخ دمشق پر ابن عساکر کے بعد سب سے بڑا ماخذ ہے، انہوں نے بھی اس کا کوئی تذکرہ نہیں فرمایا۔

علامہ شہاب الدین ابن فضل اللہ العمری (متوفی ۷۴۹ھ) نے اپنی کتاب "مسالک الابصار فی ممالک الامصار" میں جامع دمشق کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے، اس میں بھی حضرت حسینؓ کے مزار کا کوئی ذکر نہیں۔ صرف ابن جبیر نے اپنے سفرنامے میں ذکر کیا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ مبارک یہاں موجود تھا، لیکن بعد میں اُسے قاہرہ منتقل کر دیا گیا[2]۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

ہم برآمدے کے شمال مشرقی کونے کے پاس پہنچے تو وہاں ایک عجیب و غریب گاڑی رکھی نظر آئی، یہ گاڑی بانسوں اور لکڑی کے تختوں سے بنی ہوئی تھی، اور اس کے نیچے لوہے کے بڑے بڑے دیو ہیکل پہیے لگے ہوئے تھے، یہ اتنی بڑی گاڑی تھی کہ اس نے برآمدے کا خاصا بڑا حصہ گھیرا ہوا تھا، رہنماؤں نے بتایا کہ یہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی بنائی ہوئی منجنیق ہے جو انہوں نے بہت سی جنگوں میں

---

[1] تہذیب تاریخ ابن عساکر ص ۱۹۷ ج ۱ [2] الجامع الاموی تحقیق محمد مطیع الحافظ ص ۲۳ مطبعہ دار ابن کثیر دمشق

استعمال کی، اب اسے یادگار کے طور پر جامعِ اموی میں رکھ دیا گیا ہے۔

مسجد کے صحن میں کھڑے ہوں تو چاروں طرف سے مسجد کا نظارہ بڑا خوبصورت معلوم ہوتا ہے، قبۃ النسر کے علاوہ مسجد کے تینوں مینار (غربی، شرقی اور منارۃ العروس) یہاں سے نظر آتے ہیں۔ کسی زمانے میں صحن کے اندر ایک فوارہ بھی تھا جس کا پانی ایک ہلالی نصف دائرہ بناتا ہوا گرتا تھا، اور اتنا دلکش تھا کہ لوگ اسے دُور دُور سے دیکھنے آتے تھے۔ اب یہ فوارہ موجود نہیں ہے۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ جامعِ اموی کے صحن کی رونق لوگوں میں ضرب المثل تھی، یہ صحن صدیوں سے علمِ دین کے طالبوں اور بڑے بڑے اساتذہ ومشائخ کا مرکز رہا ہے، یہاں علم وفضل کے دریا اُمڈے ہیں، نہ جانے کتنی بیشمار کتابیں یہیں بیٹھ کر لکھی گئیں، اور علم ودانش کے نہ جانے کتنے آفتاب و ماہتاب یہیں سے طلوع ہوئے، سُنا ہے کہ آج بھی یہاں کچھ تدریسی حلقے ہوتے ہیں، لیکن وہ زیادہ تر وعظ وارشاد کی محفلیں ہیں، علومِ اسلامیہ کی درس وتدریس کا وہ ٹکسالی انداز تو اس ملک سے کبھی کا رخصت ہو چکا۔

اس عظیم تاریخی مسجد نے مسلمانوں کے عروج واقبال کے دن بھی دیکھے ہیں، اس کی زمین اُن فرشتہ صفت انسانوں نے بھی سجدے کئے ہیں جو دُنیا کیلئے ایک مثال بنکر آئے تھے، اور آج یہی مسجد اسی امت کے زوال وانحطاط کا بھی نظارہ کر رہی ہے، اور ہم جیسوں کے بے رُوح سجدے بھی اسی زمین پر ثبت ہو رہے ہیں ـــــ اور انشاء اللہ ایک دن وہ بھی آئیگا جب اُمّت کا آخری حصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی کی سرکردگی میں اسی مسجد سے ہمت وعزیمت کا نیا قافلہ لیکر نکلے گا، اس کے ہاتھوں میں ہدایت کی وہی مشعلیں ہوں گی جن سے ظلمتوں میں ڈوبی ہوئی انسانیت پر ایک بار پھر عدل وانصاف اور خدا پرستی کی کرنیں ضیا بار ہوں گی، اور یہ دنیا جو آج ظلم وجہالت کی تیرگی میں پھنسی ہوئی ہے، اس پر دوبارہ رُشد وہدایت کا سویرا طلوع ہو جائیگا۔

## نور الدین زنگیؒ کے مزار پر:

جامعِ اموی سے نکلے تو مسجد کے بالکل برابر تاریخِ اسلام کے بطلِ جلیل نور الدین زنگیؒ کا مزار تھا، وہاں سلام عرض کرنے اور فاتحہ پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

نور الدین زنگیؒ تاریخِ اسلام کے ان چند فرماں رواؤں میں سے ہیں جنہوں نے اپنے عدل وانصاف، رعایا دوستی، عزم وشجاعت اور حسنِ انتظام میں خلافتِ راشدہ کے زمانے کی یادیں تازہ کیں۔ آتابکی خاندان کے اس اولو العزم مجاہد کی پوری زندگی صلیب برداروں کے ساتھ میدانِ جہاد میں گذری۔ اور اُس نے اپنی جانبازی کے ذریعے نہ جانے کتنی بار جرمنی، فرانس اور یورپ کی دوسری طاقتوں کے چھکے چھڑا لئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سلجوقی حکومت زوال پذیر ہو چکی تھی، عباسی خلافت طرح طرح کے فتنوں کی شکار تھی، اور یورپ کی صلیبی طاقتیں مسلمانوں کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر عالمِ اسلام کو ہضم کرنا چاہتی تھیں۔ اس نازک موقع پر سب سے پہلے نور الدین کے والد عماد الدین زنگیؒ اور ان کے بعد

نورالدین زنگیؒ نے امتِ مسلمہ میں ایک نئی بیداری پیدا کی، اور یورپی سازشوں کو ناکام بنا کر چھوڑا۔

نورالدین زنگیؒ کی فتوحات اور کارناموں کی تفصیل کیلئے ایک پوری کتاب درکار ہے، یہاں ان تفصیلات کا موقع نہیں ہے، لیکن علامہ ابن اثیر جزریؒ، جو بڑے پائے کے مؤرخ اور محدث ہیں، اور نورالدین زنگیؒ کے ہم عصر ہیں، انہوں نے اپنی تاریخ میں نورالدین زنگیؒ کے عہدِ حکومت پر جو مجموعی تبصرہ کیا ہے، وہ یہاں نقل کئے بغیر رہا نہیں جاتا، علامہ ابن اثیرؒ لکھتے ہیں :-

"میں نے اسلامی عہد کے پہلے کے فرماں رواؤں سے لیکر اس وقت تک کے تمام بادشاہوں کی تاریخ کا مطالعہ کیا، مگر خلفائے راشدینؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے سوا نورالدین سے بہتر فرماں روا میری نظر سے نہیں گذرا۔ اس نے عدل و انصاف کی اشاعت، جہاد، اور ظلم و جور کے استیصال، عبادت و ریاضت اور احسان و کرم کو مقصدِ زندگی بنا لیا تھا۔ اسی میں اس کے لیل و نہار بسر ہوتے تھے، اگر کسی پوری قوم میں بھی اس کے اور اسکے باپ کے جیسے دو فرماں روا گذرے ہوتے تو بھی اس قوم کے فخر کیلئے کافی تھا، نہ کہ ایک گھرانے میں خدا نے دو فرماں روا پیدا کر دیئے ..... ممالکِ محروسہ میں جس قدر ناجائز ٹیکس تھے سب موقوف کر دیئے تھے .... وہ مظلوم کے ساتھ خواہ وہ کسی درجے کا ہو، پورا انصاف کرتا تھا، مظلوموں کی شکایتیں براہِ راست سنتا تھا۔"

"ایک مرتبہ ایک شخص نے کسی زمین کے بارے میں اس پر دعویٰ دائر کیا، عدالت کا چپراسی عین اس وقت جبکہ سلطان گوئے و چوگان کھیل رہا تھا، پہنچا۔ سلطان فوراً اس کے ہمراہ قاضی کی عدالت میں حاضر ہوگیا .... تحقیقات سے جائداد مدعی کے بجائے نورالدین کی ثابت ہوئی، اس لئے قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اس فیصلہ کے بعد نورالدین نے متنازعہ جائداد اپنی طرف سے مدعی کو ہبہ کر دی۔"[1]

اقتدار کی کرسی پر ہزارہا افراد آئے اور چلے گئے، لیکن بہت کم لوگ ایسے گذرے ہیں جنہوں نے اس کرسی کو اپنی آخرت کی تیاری کیلئے استعمال کیا ہو، اور اپنے کارناموں کی بنا پر زندۂ جاوید ہو گئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نورالدین زنگیؒ کی روح پر اپنی غیر محدود رحمتیں نازل فرمائے، وہ ایسے ہی صاحبِ اقتدار تھے۔ ان کے مزار پر حاضری کے وقت عقیدت و محبت کے جذبات لفظ و بیان سے ماوراء تھے۔

## سلطان صلاح الدین ایوبیؒ

یہیں جامع اموی کے قریب دوسرا مقبرہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کا ہے، وہاں بھی حاضری ہوئی،

---

[1] کامل ابن اثیر، ماخوذ از تاریخ اسلام مولانا معین الدین ندویؒ ص ۲۵۲ و ۲۵۳ ج ۴

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ سے مسلمانوں کا بچہ بچہ واقف ہے، وہ نورالدین زنگیؒ کے قابل ترین جرنیلوں میں سے تھے، نورالدینؒ نے انہیں ان کے چچا شیرکوہؒ کے ساتھ ایک جنگی مہم پر مصر روانہ کیا تھا، وہاں انہوں نے اپنی بہترین جنگی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا، فرنگیوں کے متعدد حملے انہوں نے پسپا کئے، بالآخر وہ نورالدین زنگیؒ کی طرف سے مصر کے حکمران بن گئے، اور انہی کی کوششوں کے نتیجے میں مصر سے فاطمی حکومت کا خاتمہ ہوا۔ نورالدین زنگیؒ (جن کا پایۂ تخت شام تھا) کی وفات کے بعد اہلِ شام نے انہیں شام کی حکومت سنبھالنے کی دعوت دی، اور اس طرح وہ بیک وقت مصر اور شام دونوں کے حکمران بن گئے۔

اپنے عہدِ حکومت کے دوران انہوں نے ایک طرف بیشمار تعمیری خدمات انجام دیں اور دوسری طرف یہی وہ دور تھا جب عیسائیوں نے مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگوں کی پے در پے مہمات شروع کر رکھی تھیں، سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے ان جنگوں میں یورپ کی طاقتوں کے دانت کھٹے کئے، اسی زمانے میں بیت المقدس پر عیسائی قابض تھے، سلطان صلاح الدینؒ نے سنہ ۵۸۳ھ میں مسلمانوں کا قبلۂ اول ان کے تسلط سے چھڑا کر وہاں اسلام کا پرچم لہرایا، اور شام کے جتنے علاقوں پر اہلِ صلیب قابض ہو گئے تھے، وہ سب ان سے آزاد کرائے۔

ان کی بھی ساری زندگی میدانِ جہاد میں گذری، وہ بھی عدل وانصاف اور صلاح وتقویٰ میں نورالدین زنگیؒ کے سچے جانشین تھے، انہوں نے مصر میں ۲۴ سال اور شام میں ۱۹ سال حکومت کی، لیکن جب ۵۸۹ھ میں ان کی وفات ہوئی تو ان کے ترکے میں نہ کوئی زمین جائداد تھی، نہ کوئی نقدی یا سونا۔[۱] رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کو دنیا سے رخصت ہوئے آٹھ سو سال سے زائد ہو چکے ہیں، آج پھر مسلمانوں کا قبلۂ اول اُن سے چھین لیا گیا ہے، اور آج پھر امتِ مسلمہ کسی صلاح الدین کے انتظار میں ہے، اور پورا عالمِ اسلام زبانِ حال سے پکار رہا ہے کہ ؎
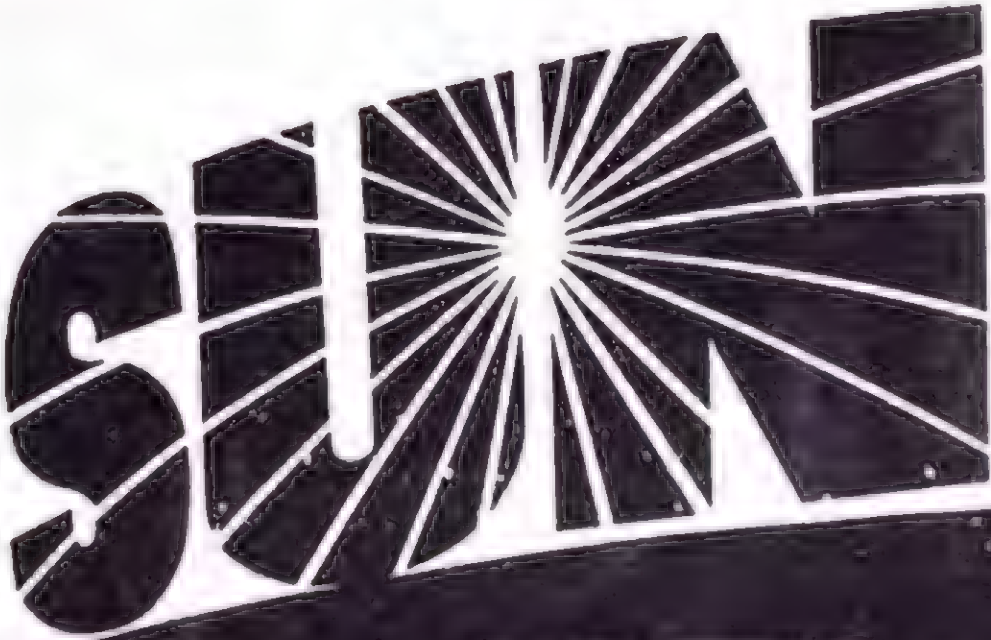
اے سوارِ اشہبِ دوراں، بیا
اے فروغِ دیدۂ امکاں، بیا

(باقی آئندہ)

---

[۱] الاعلام للزرکلی ص ۲۹۲ ج ۹ و وفیات الاعیان ص ۳۷۶ ج ۲۔

مولانا عبد المعز صاحب

# ٹی وی، وی سی آر
# ایک شرعی جائزہ

(چھٹی اور آخری قسط)

## لہو ولعب اور لغویات کی سرپرستی

اس بابت میں شاید کوئی اختلاف کی جرأت نہ کر سکے، کہ ہمارے دور میں ٹی وی، فلموں اور وی سی آر کا اکثری استعمال لہو ولعب اور لغویات کے لئے ہوتا ہے۔ اور ان سائنسی ایجادات کو بجائے تعمیری کاموں کے تخریبی مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اس ان ایجادات کو ذرائع ابلاغ کے خوش کن نام کے بجائے اگر ذرائع تفریح کہا جائے تو زیادہ بہتر ہے کیوں کہ ہر شخص جانتا ہے کہ ان آلات کو اکثر وبیشتر ڈراموں، فلموں ناچ گانوں اور دیگر لغویات کے دیکھنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کہ اور اس استعمال کو محض ایک تفریح اور تفنن طبع کا سامان سمجھا جاتا ہے۔

اسی طرح ان آلات کو عصر حاضر میں کھیلوں کے فروغ کا اہم ذریعہ خیال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ محض کرکٹ یا ہاکی کے میچ کو دیکھ لینے سے انسان کو کوئی دینی یا دنیاوی فائدہ حاصل نہیں ہوتا، نہ اس کی تندرستی میں کوئی اضافہ ہوتا ہے اور نہ ہی اسے کسی بھی قسم کی روحانی بالیدگی حاصل ہوتی ہے۔ جب کہ اس میں انہماک کا یہ عالم ہے کہ جس وقت کرکٹ یا ہاکی پر براہ راست کامنٹری نشر کی جاتی ہے تو ماشاء اللہ سے ارکان اسمبلی بھی قومی اسمبلی

ہال سے باہر نکل کر اسکور پوچھتے ہیں اور بسا اوقات اسمبلی ہال ہی میں کمنٹری سننے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

سچ بتائیے کھیلوں میں اس قدر انہماک کیا اسلام کے مزاج کے مطابق ہے؟ کیا اسلام مسلمانوں کو اس قدر غافل اور نکما ہی بنانا چاہتا ہے؟ خوب سمجھ لیجئے کہ تفریحات کے سلسلے میں اسلام کی واضح تعلیمات موجود ہیں، جن سے سرسر انحراف کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ اسلام صرف ان تفریحات کی اجازت دیتا ہے جو فرد کی جسمانی تندرستی کے لئے مفید ہوں یا اسے بہترین فکری بالیدگی عطا کرتی ہوں۔

ہم کھیلوں کے دشمن نہیں، ہمیں کھلاڑیوں سے بیزار نہیں، مگر للہ! وقت کے تقاضوں پر غور کیجئے، اپنے شعور کو بیدار کیجئے۔ کیا آج مسلمانوں کو اسی طرح غافل رکھنے اور برباد کرنے کی ضرورت ہے؟ اگر آپ کھیلوں کو فروغ دینا چاہتے ہیں تو ان کھیلوں کو فروغ دیجئے جو مصیبت کے اوقات میں فوجی تربیت کے کام آئیں کیونکہ ان کھیلوں کو تو کھیلنا بھی باعث اجر و ثواب ہے، حدیث میں آتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

| | |
|---|---|
| کل شی من لھو الدنیا باطل | دنیا کا ہر لہو کھیل باطل ہے، سوائے تین کے |
| الا ثلثة انتضالك بقوسك | ایک یہ کہ تم تیر کمان سے نشانے کی مشق |
| وتادیبك لفرسك وملاعبتك | کرو دوسرے گھوڑے کو سدھانے کے لئے |
| لاهلك فانهن من الحق | کھیلو، تیسرے اپنی بیوی کے ساتھ ہنسی مذاق کرو |

(مستدرک)

ظاہر ہے کہ مذکورہ تینوں کھیل مفید اور تعمیری ہیں جن سے بہت سے دینی اور دنیاوی فوائد وابستہ ہیں، چنانچہ تیر اندازی اور گھوڑے کو سدھانا کو جہاد میں شامل ہے اور بیوی کے ساتھ ملاعبت توالد و تناسل کے مقصد کی تکمیل ہو۔

اسی طرح آپس میں دوڑ لگانا، کشتی کا مقابلہ کرنا، تیراکی سیکھنا ایسے کھیل ہیں جن کی اجازت خود احادیث سے ثابت ہے۔

اگر کوئی شخص کھیل کود اور تفریحات کی ضرورت محسوس کرتا ہو تو اسے کہ خود

---

ل یہ مقام موسیقی کے شرعی حکم پر تفصیلی بحث کا نہیں، اس سلسلے میں تفصیل کے لیے دیکھئے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی کتاب "اسلام اور موسیقی" جس پر احقر کی بسیط تحقیق اور تفصیلی شرح بھی ہے۔

کہ خود کھیلے تاکہ
ورزش ہو اس کی تندرستی ٹھیک ہو۔ مگر گھنٹوں ٹی وی کے سامنے میچ دیکھنے سے سوائے اس کے کہ انسان مزید سست و ناکارہ ہو جائے کیا حاصل ہوتا ہے۔

اس پر طرہ یہ کہ یہ ڈرامے اور کھیل اگر اوقات نماز میں نشر کئے جائیں نماز با جماعت کے فوت ہونے کا سبب بنتے ہیں۔ کون اس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے کہ مقبول ترین ڈرامے عام طور پر جس وقت نشر کئے جاتے ہیں اس وقت بالعموم عشاء کی جماعت کا وقت ہوتا ہے بتائیے کون سے عالم یا مولوی صاحب ایسے ہیں۔ جو ڈراموں اور کھیلوں میں لگ کر نماز با جماعت ترک کر دینے کی رخصت عنایت فرماتے ہوں؟ ظاہر بات ہے کہ جب نمازیں چھوڑ چھوڑ کر ان لغویات میں لگا جائے گا تو خدا کی رحمت کی امید رکھنا کسی طرح بھی درست نہیں۔

## وقت کا ضیاع

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں بہت تھوڑے وقت کے لئے پیدا فرمایا ہے اور ہر انسان ایک مختصر سی زندگی لے کر آتا ہے۔ اس زندگی میں جتنا وقت وہ اللہ کی عبادت اور اس کی فرماں برداری میں گذارے بہتر ہے۔ اپنے وقت کی قیمتی دولت کو لغو اور فضول مشاغل میں برباد کرنا بڑی بدنصیبی کی بات ہے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

| | |
|---|---|
| نعمتان یغبون فیھا کثیر من الناس الصحۃ و الفراغ۔ (بخاری) | دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں اکثر لوگ دھوکے میں مبتلا ہیں۔ ایک تندرستی اور دوسرے فراغت۔ |

حقیقت یہ ہے کہ تندرستی اور فراغت دونوں ایسی نعمتیں کبھی کبھی اچانک ہی چھین لی جاتی ہے تب انسان کو ان کی قدر معلوم ہوتی ہے ایک دوسری حدیث میں اسی سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید وضاحت سے ارشاد فرمایا۔

| | |
|---|---|
| اغتنم خمسا قبل خمس شبابک قبل ھرمک و صحتک قبل سقمک و غناک قبل فقرک و فراغک قبل شغلک و حیوتک قبل موتک (ترمذی) | پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو بڑھاپے سے پہلے جوانی کو، بیماری سے پہلے تندرستی کو۔ فقر وافلاس سے پہلے مالداری کو تفکرات میں پھنسنے سے پہلے فراغت کو |

---

لہ تفریحات اور کھیلوں کے سلسلے میں اسلامی نقطہ نظر کی وضاحت کے لئے دیکھئے احقر کا وہ مقدمہ جو اس نے "اسلام اور موسیقی" پر لکھا ہے۔

اور موت سے پہلے زندگی کو۔

واقعہ یہ ہے کہ انسان کا اصل سرمایہ اور اس اعمال اس کا وقت ہی ہے۔ اور یہ دنیا درحقیقت آخرت کی کھیتی ہی ہے چنانچہ جو شخص اپنے اس سرمائے کو صحیح استعمال کرے گا وہ فائدے میں رہے گا اور جو اسے فضول برباد کرے گا وہ گھاٹے اور نقصان میں رہے گا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

من قعد مقعدا لم یذکر اللہ فیہ کانت علیہ من اللہ ترۃ ومن اضطجع مضجعا لا یذکر اللہ فیہ کانت علیہ من اللہ ترۃ

(سنن ابی داؤد)

جو شخص کسی مجلس میں بیٹھے اور اس میں اللہ کو یاد نہ کرے تو اس کی یہ نشست بڑی حسرت اور خسران کا سبب ہوگی اور اسی طرح جو شخص لیٹے اور اس میں اللہ کو نہ یاد کرے تو یہ لیٹنا اس کے لئے بڑی حسرت اور نقصان کا سبب ہوگا۔

اس کے علاوہ بعض دوسری احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آخرت میں اہل جنت اگر کسی بات پر افسوس کریں گے۔ تو وہ افسوس صرف ان لمحات پر ہوگا جو انہوں نے دنیا میں اس طرح گذارے ہوں گے کہ ان میں اللہ کو یاد نہ کیا ہوتا۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ دنیا میں اللہ کی فرمانبرداری کرنے اور یاد الٰہی میں مشغول ہونے کے بجائے اگر وقت کو فضول اور بے کار کاموں میں صرف کیا جائے تو کیا خدا کے ہاں جوابدہی سے بچا جا سکے گا؟ بالخصوص ان تفریحات سے شغل کرنے میں جن حرام کاموں کا ارتکاب ہوتا ہے کیا آخرت میں اس کی سزا معاف کردی جائے گی۔ ظاہر ہے کہ نہیں لہذا بہتر طریقہ اور سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ ان ملاہی اور ملاعب سے بچا جائے اور اپنے اوقات کو دینی کاموں اور یاد الٰہی میں صرف کیا جائے۔

مولانا صبا[illegible] صاحب

# اکابر کی وصایا

## حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی کی وصایا:

بیٹا میں تجھے وصیت کرتا ہوں اللہ سے ڈرنے اور خائف رہنے کی اور اپنے والدین و جملہ مشائخ کے حقوق ضروری سمجھنے کی کہ اس سے اللہ راضی ہوتا ہے اپنے بندہ سے اور حق کی حفاظت کر کھلے اور چھپے، مت چھوڑ تلاوت قرآن کو، زبان و دل سے غور و فکر، حزن و گریہ کے ساتھ رجوع کر آیات محکمہ میں سب احکام کی۔ کہ قرآن حجتِ خدا ہے مخلوق پر، علم دین سے ایک قدم بھی نہ ہٹ، علم فقہ پڑھتا، عامی جاہل صوفی نہ بن، بازاریوں سے بھاگ کہ چور ہیں دین کے، اور ڈاکو ہیں مسلمانوں کے حق میں، عقائد اختیار کر اہل سنت کے۔ اور اجتناب کر بدعت سے، خلا ملا نہ رکھ۔ نو عمر لڑکوں، عورتوں، بدعتیوں، امیروں اور عوام الناس سے، یہ تیرے دین کو برباد کر دیں گے، تھوڑی دنیا پر قناعت کر، تنہائی اختیار کر، رویا کر خوفِ خدا سے، حلال روزی کھا، یہ کنجی ہے نیکیوں کی، ہاتھ نہ لگا حرام کو یہ آگ ہے نیت کی، حلال لباس پہن حلاوت پائیگا ایمان و عبادت میں، مت بھول اللہ کے سامنے حاضر ہونے کو، شب کی نماز اور دن کے روزوں کی کثرت رکھ، نماز اور دیگر امور دین میں جماعت مسلمین کو نہ چھوڑ، امام و پیشوا نہ بن، حکومت کا طلبگار نہ ہو، جو اس کا طالب ہے وہ فلاح نہیں پاتا۔

دستاویزات پر دستخط نہ کیا کر، امراء و سلاطین کا ہم نشین نہ بن اور سفر کیا کر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، سفر کیا کرو، تندرست رہو گے، اور مال غنیمت پاؤ گے، مشائخ کے قلب کا بہت خیال رکھ، بلا وجہ اس میں گرانی نہ آنے پائے، اپنی تعریف پر پھول مت، مذمت پر غمگین

نہ ہو۔ مدح و مذمت کا اثر تیرے اوپر یکساں ہو جانا چاہیئے۔ مخلوق سے حسنِ اخلاق و عاجزی اختیار کر۔ حضورؐ نے فرمایا جو جھکتا ہے اللہ اُسے اونچا کرتا ہے، جو بڑا بنتا ہے اللہ اُسے نیچا دکھاتا ہے۔

ہر حالت میں نیک و بد کے ساتھ تہذیب کا برتاؤ کر۔ ساری مخلوق کو اپنے سے بہتر سمجھ، دیکھ ان کو شفقت و احترام سے، ہنسا مت کر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھے معلوم ہے تم کو معلوم ہو جاتا تو ہنستے کم روتے زیادہ۔ بے خوف نہ ہو اللہ کی خفیہ تدبیر سے، نا اُمید نہ ہو اس کی رحمت سے۔ زندگی گزار خوف و امید کے درمیان، جان و مال اور آبرو سے اللہ والوں کا خدمت گزار بنا رہ، ان کے اوقات و عادات کا لحاظ رکھ، ان پر اعتراض نہ کر، ہاں اگر خلافِ شریعت کوئی بات ہو تو ان کا اتباع مت کر، ان پر اعتراض کرنے والا فلاح نہ پائے گا، لوگوں سے نہ کچھ مانگ نہ اُنکا مقابلہ کر، توکل کر جتنا قسمت میں ہے اللہ دے گا، جو کچھ ملا ہے اس میں نفس اور دل کا سخی بن بخیل و حاسد آگ میں جائیں گے۔ اپنا حال مخلوق پر ظاہر نہ کر، رزق کے معاملہ میں اللہ پر بھروسہ کر، نا امید ہو جا تمام مخلوق سے، ان سے دل نہ لگا، حق بات کہہ اگرچہ تلخ ہو، محاسبہ نفس کیا کر۔ مخلوق پر بھروسہ کرنے سے حق تعالیٰ کے دروازے سے دھکا ملے گا۔ حساب فہمی روزانہ کیا کر، بتا آج کتنے گناہ کیے، کتنے ثواب کے کام۔

مخلوق کا خیر خواہ بن۔ نہ کھا مگر فاقہ پر، نہ سو مگر غلبۂ نیند پر، نہ بول مگر بضرورت، نمازوں، روزوں کی کثرت رکھ، مجلسِ سماع بوجہ اللہ بھی ہو تو اس میں زیادہ نہ بیٹھ، یہ نفاق پیدا کرتا ہے، قلب کو مُردہ بنا دیتا ہے۔ ہاں اس کا انکار بھی نہ کر کہ بعض لوگ اس کے اہل بھی ہیں، سماع اس کیلئے جائز ہے جس کا قلب زندہ اور نفس مُردہ ہو، اس کے باوجود بھی اس کے لئے نماز، روزہ، وظائف میں مشغول ہونا بہ مقابلہ سماع کے زیادہ بہتر ہے۔

تیرا دل غمگین ہو، بدن بیمار، آنکھ اشکبار، عمل ریا سے خالص، دُعا میں کوشش، فقرا، غربا رفیق ہوں، تیرا گھر مسجد ہو، تیری جائیداد علم دین ہو، تیرے کپڑے پُرانے ہوں، سنگھار زہد ہو، تیرا مونس رب کریم ہو، جس کو دینی بھائی بنائے اس میں پانچ خصلتیں ہونی چاہئیں، تونگری پر فقر کو، دُنیا پر آخرت کو، جاہ پر سکنت کو ترجیح دیتا ہو، ظاہری و باطنی اعمال میں صاحبِ نظر ہو، موت کے لئے مستعد ہو۔

بیٹا! دنیا کی خوبصورتی سے دھوکہ نہ کھا۔ دن رات آخرت کا کوچ ہے۔ اکیلا تنہا بن، شریعت ظاہری کی پابندی کر۔ درویشی کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی ہی جیسی ہستی کا محتاج نہ بن۔ [1]

## حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی وصایا:

اے میرے پیارے

---

[1] وصایا ص ۲۰

بیٹے تجھے اللہ و رسول اور والدین و مشائخ کے حقوق ادا کرنے کی وصیت کرتا ہوں، تلاوتِ قرآن ظاہراً باطناً، سراً و علانیۃً، فہم، تدبر، تفکر، حزن و بکا کے ساتھ کرتے رہنا، تمام احکام میں سب سے اول قرآن کی طرف رجوع کرنا، جاہل صوفیوں اور بدعات سے بچتے رہنا، امرد لڑکوں، اجنبی عورتوں سے بچنا، مالداروں اور عوام الناس سے اختلاط کم کرنا، اپنے گناہوں پر روتے رہو، حلال روزی کھانا، یہ نیکیوں کی کنجی ہے، حرام روزی سے بچنا ورنہ قیامت میں تجھے آگ چھوئے گی، اللہ کے سامنے ایک دن کھڑا ہونا ہے اسے یاد رکھنا، سفر بھی کیا کر، تاکہ تیرا نفس پست ہو، ہر اچھے اور بُرے آدمی کا اکرام کر، تمام انسانوں پر رحم کر، لایعنی سے بچ، لوگوں سے سوال نہ کر۔

کسی سے دوستی کرنے سے پہلے اس میں یہ پانچ خصلتیں دیکھ، مالداری سے فقر کو مقدم رکھنے والا ہو، جہالت کے مقابلہ میں علم کو، علم کے مقابلہ میں عمل کو، دنیا پر آخرت کو، دُنیا کی عزت سے اللہ کے راستے کی ذلت کو مقدم رکھتا ہو۔

مشائخ کے یہاں مرید وہ ہے جو اللہ سے طلب مزید کرتا رہے شیخ کی اتباع ایسی کرے جیسا بچہ ماں کی کرتا ہے، اپنے بڑوں کے مزاج کے خلاف فیصلوں سے دل میں بھی تنگی نہ آئے، اپنے نفس کا محاسبہ ہر فرض نماز کے بعد کر، اس کے ذریعہ خطائیں کم ہونے لگیں گی، اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے، اس کے مراقبے کو قلب میں راسخ کرلو، بدسلوکی کرنے والے کو معاف کرو، اپنے کو حقارت سے دوسرے کو احترام سے دیکھو، جمعہ کا دن خاص طور سے آخرت کا دن بناؤ، دُنیا کی اس میں آمیزش نہ ہونے دو، ہر پیر، جمعرات اور ۱۳، ۱۴، ۱۵ کے روزے رکھا کرو، راستہ چلنے میں ذکر قلبی کرتے رہو تاکہ قدم غفلت میں نہ اٹھ سکے۔

آنکھ اور زبان کی حفاظت کرو، ان باتوں پر عمل کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری کے ساتھ دُعا مانگتا رہے، نماز میں حالت نماز کے ہر عمل کی حفاظت کرو، دُنیا سے زیادہ جلد زوال پذیر چیز نہیں دیکھی، موت و آخرت سے زیادہ قریب کوئی چیز نہیں دیکھی، تواضع کی زینت حاصل کرو، بخل کی بُرائی سے اپنے کو بچاؤ، قناعت میں سب کچھ ہے اسے حاصل کرو، لالچ میں تمام جہان کی بُرائی دیکھی، حسد سے بچو یہ تمام شر کی جامع ہے، کوشش و جد و جہد میں توفیق کا مشاہدہ کیا، حریص و محروم، طالبِ دنیا مغموم، طاعتِ مخلوق میں ذلت و خواری ہے۔

عاقل وہ ہے جو آخرت کی طرف متوجہ ہے، طاعتِ خداوندی میں برکتِ رزق و عمر ہے، دُنیا و آخرت کی کامیابی اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے، داخلۂ جنت اکلِ حلال میں ہے تیرا کیا کیا ہونا چاہیئے، زادِ راہ تقویٰ، پونجی افلاس، اخلاص سفر، انفاس مراحل ہوں، منزل قبر، ساتھی یقین، تدبیر عجز و انکساری، گھر خلوت ہو، مجلس مسجد ہو، درسِ حکمت ہو، نظر عبرت ہو، محافظ حیا ہو، عادت حُسنِ خلق ہو، معلم قناعت ہو، نصیحت کرنے والی قبریں ہوں، واعظ حوادثِ ایام ہوں، سماع تیرا ذکرِ موت، تیرا ہتھیار وضو ہو، تیری سواری پرہیزگاری، تیرا دشمن شیطان ہو، تیرا عدو نفس ہو، دُنیا قید خانہ ہو، خواہش نفس داروغہ جیل کی مانند، تیرا قلعہ دین، تیرا شعار شرع ہو، تیری محبوب کتاب اللہ ہو، تیری رفیق سنتِ رسول ہو، تیرا راس المال اللہ تعالیٰ کے ساتھ حُسنِ ظن،

تیسرا کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا۔

اشیاء میں شریر ترین نفس ہے، اس کے مددگار تکبر، حسد، چغلی عادات ذمیمہ ہیں، نفس کو تقویٰ کی لگام لگادے، تواضع کی زنجیر میں جکڑ دے، شرع کو اس کا قید خانہ، عبادت کو اس کا داروغہ بنادے۔[1]

## حضرت قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی کی وصایا:

اس خدا کی تعریف ہے جس نے مسلمان مردوں کی پشت اور مسلمان عورتوں کے رحم سے پیدا فرمایا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام انبیاء کے سردار ہیں کو بھیجکر ہم پر احسان فرمایا، الحمد للہ جس نے ہمیں اس ذات پر ایمان عطا فرماکر احسان فرمایا جو بڑی نعمت ہے، اللہ کا درود وسلام ہو ان پر، ان کے اہل و اصحاب اور ماننے والوں پر، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اسلام کی رہنمائی فرمائی اور اسلام پر زندہ رکھا اور اپنے نیک علمائے کرام اولیائے کاملین کے انوار حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائی، جو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی نقشبندیؒ اور شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی غوث الثقلینؒ اور فاضل کامل خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتیؒ کے جانشین ہیں، خدا ان کے اگلوں پچھلوں سب سے راضی ہو، مجھے اللہ کے فضل سے امید ہے کہ میری موت ان لوگوں کی محبت واتباع کی حالت میں فرمائیگا، اور جنت میں ان سے وابستہ رکھے گا، اور یہ خدا کیلئے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

فقیر حقیر محمد ثناء اللہ عثمانی حنفی مجددی پانی پتی لکھتا ہے کہ اس گنہگار کی عمر اسّی سال کی ہو چکی ہے۔ اور یقین جو موت سے عبارت ہے سر پر آگیا، اور مہلت باقی نہیں رہی وہ یہ چند کلمے بطور وصیت اپنی اولاد و احباب کیلئے لکھتا ہے کہ ان میں بعض کی رعایت فقیر کیلئے مفید و ضروری اور کچھ دوستوں و اولاد کیلئے ضروری و مفید ہیں، پہلی کا خیال رکھنے سے فقیر کی روح ان سے خوش رہے گی، حق تعالیٰ جزاء عطا فرمائیں گے، ورنہ آخرت میں دامن گیر ہوں گا، دوسری قسم کی رعایت سے دنیا و آخرت میں بدلہ نیک پائیں گے، ورنہ نتائج برے دیکھیں گے۔

نوعِ اول یہ ہے کہ تجہیز و تکفین و غسل و دفن موافق سنت کے کریں، اور حضرت شہید مرزا مظہر جان جاناں نے جو رضائی کی استر دابرہ کی دو چادریں مرحمت فرمائی تھیں ان کا کفن دیں، عمامہ خلافِ سنت ہے اس کی ضرورت نہیں، نماز جنازہ کثیر جماعت کے ساتھ صالح امام حافظ محمد علی، حکیم سکھو یا حافظ پیر محمد بجالائیں، تکبیر اولیٰ کے بعد سورۂ فاتحہ بھی پڑھیں۔

میرے مرنے کے بعد دنیوی رسوم، دسواں، بیسواں، چہلم، چھ ماہی، برسی کچھ نہ کریں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں رکھا، حرام فرمایا، عورتوں کو رونے دھونے سے اچھی طرح منع کریں، فقیر اپنی زندگی میں ان چیزوں سے راضی نہیں رہا، اور اپنے اختیار میں ان

---

[1] وصایا ص ۲۹ - ص ۳۰ -

چیزوں کو نہ کرنے دیا، کلمہ، درود، استغفار، ختم قرآن، اور غربا کو پوشیدہ طور سے مالِ حلال کا صدقہ دیکر امداد کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر میں مردہ اس ڈوبنے والے غوطہ کھانے والے کی طرح ہوتا ہے جو اس پکار کا منتظر ہوتا ہے جو اس کے باپ، بھائی، دوست کی جانب سے پہنچے۔

اپنی حیات میں اپنی جائیداد اپنے ورثاء میں تقسیم کرکے ۱۳ کے پانچویں حصہ کی آمدنی وصول کرکے دونوں لڑکیوں کی اولاد کو دیتا رہا، باقی کو تین حصے کرکے ایک حصہ اپنے خرچ میں دو حصے دوسروں کو دیتا رہا۔

میرے مرنے کے بعد جب تک میرا قرض ادا نہ ہو، میرا حصہ قرض خواہوں کو دیا جاتا رہے، عیدین کی آمدنی قرض خواہوں کو دیکر مجھے جلد سبکدوش کیا جائے، قرض کی تفصیلات میری مہری دستاویزات قرض خواہوں کے پاس موجود ہیں، ان کے ادا کرنے میں سستی نہ کریں۔

حضرت شیخ عابد سنائی کی صاحبزادی کی خدمت کرنی اپنی قدرت کے موافق لازمی ہے واجب جانیں "علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ، لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا" مالدار پر اس کے مقدور بھر اور تنگ دست پر اس کے مقدور بھر خرچ کرنا ضروری ہے اللہ نے انسان کو اس کی گنجائش کے بقدر مکلف بنایا ہے، فقیر سال میں دس من گیہوں اور پانچ سو روپیہ نقد ان کو دیتا تھا اس میں قصور نہ کریں۔

مرزا الن کے لئے والدہ دلیل اللہ نے دس بیگہ زمین کی وصیت کی تھی وہ ان کو پہنچنی ہے۔ میں نے بیس بیگہ خام موضع نگلہ سے ان کیلئے مقرر کی تھی، اس میں انہوں نے قبضہ نہیں کیا، میں ان کو ایک من گیہوں، ایک روپیہ ماہانہ دیتا ہوں، اس میں قصور نہ ہوئے، موضع نگلہ میرے دادا، نانا کی میراث نہیں ہے، محض حضرت مرزا صاحب شہیدؒ کا تصدق ہے، ان کی خدمت کے ادا کرنے میں کوتاہی نہ کریں ـــــ

نوع دیگر میرے پسماندگان دنیا کا اعتبار نہ کریں، بہت سے بچپن میں بہت سے جوانی میں مرجاتے ہیں، بعضے بڑھاپے تک پہنچتے ہیں تمام عمر بادِ صبا کی طرح گذر جاتی ہے، آخرت کا معاملہ سر پر رہتا ہے، وہ شخص بیوقوف ہے، جو چند روزہ دُنیا کیلئے ابدی تکالیف میں گرفتار ہو، بس دین و دُنیا کی مصلحتیں جس جگہ ٹکراتی ہوں، وہاں دین کو مقدم کرے، دُنیا تقدیر کے بقدر مل ہی جائیگی، فقیر نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے، دُنیوی دولت پر پہنچے پھر اس کا ذرا سا بھی اثر نہ رہا۔

فقیر کے یہاں قضاء کا منصب باپ دادا سے چلا آرہا ہے، اس فقیر کا زمانہ بیشتر فتنہ و فساد کے زمانے میں گذرا ہے، اس لئے اس منصب کا حق ادا نہ ہوا، اس لئے شرمسار اور معافی کا خواستگار ہے، لیکن میں نے اس میں لالچ نہیں کیا، اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی اُمید رکھتا ہوں، بس میرے بیٹوں میں سے جو کوئی قضاء کا منصب اختیار کرے وہ طمع اور ناحق خاطر داری کو اختیار نہ کرے، معتبر

مفتی بہ روایت پر عمل کرے۔

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کیلئے نکاح میں دین کو ملحوظ رکھے، پانی پت میں مذہب روافض کا بہت چرچا ہے، نسب و مال سے زیادہ دین کی رعایت کرنی چاہیئے، اپنی لڑکی کسی روافض کو نہیں دینی چاہیئے اگرچہ دولت و نسب میں عالی ہو، قیامت میں دین و تقوٰی کے سوا کچھ کام نہیں آئے گا، نسب نہیں پوچھا جائیگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر تمام انسانوں اور فرشتوں میں کوئی نہیں ہے، پس ظاہر، باطن، جبلی کسی عادات و عبادات میں جس قدر اتباع سنت کر سکے وہی اس کے بقدر کامل، اکابر نقشبند یہ اس میں دوسروں سے سبقت لے گئے ہیں، یہی ان کی بزرگی کی دلیل ہے، قناعت اختیار کرے، رذائل نفس کو دُور کرے، حسن معاشرہ کو زندہ کریں۔

دشمن و دوست کے ساتھ اخلاص، محبت، غم خواری اور تواضع کے ساتھ پیش آئے، لیکن اہل باطل کے ساتھ نہیں، فقیر کے خاندان میں ہمیشہ علماء ہوتے آئے ہیں، میری اولاد میں احمد کو یہ دولت پہنچی تھی اس کا انتقال ہوگیا، بقیہ نے یہ دولت حاصل کرنے میں پہل نہیں کی، مجھے حسرت رہ گئی خود بھی دلیل اللہ۔ صفوۃ اللہ کوشش کریں، اپنی اولاد کیلئے بھی علم عقائد اخلاق و فقہ سے اعمال کی اچھائی بُرائی جانی جاتی ہے اور علم قرآن و تفسیر، حدیث و شرح، اصول فقہ، صحابہؓ، تابعینؒ، ائمہ اربعہ کے اقوال کے حاصل کئے بغیر اور لغت و صرف و نحو جانے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتا، علوم عقلیہ کا پڑھنا بیکار ہے، یہ بھی مثل علم موسیقی کے ہے، حکمت ریاضی کے فنون میں موسیقی بھی ہے، علوم منطق تمام علوم کا خادم ہے، اس کا پڑھنا، البتہ مفید ہے۔ [1]

## سلطان اورنگزیب عالمگیرؒ کی وصایا:

سلطنت کا قیام انصاف سے ہوتا ہے، ملک و مال کی زیادتی، بہادری اور سخاوت سے ہے، عالم اور فاضل حضرات کے ساتھ صحبت رکھنا، جاہلوں سے پرہیز کرنا عقلمندی کی نشانی ہے، اپنے عقائد پر عمل کرنا، مصیبت کے وقت مستقل مزاج رہنا، تدبیر سے خوش، تقدیر پر شاکر رہنا۔۔۔ خاندانوں کے دائمی قیام کی بنیاد یتیموں پر رحم کرنے، محتاجوں کی حاجت روائی سے گریز نہ کرنے پر ہے، ملکی کام وزیروں کے صلاح مشورے سے انجام پاتے ہیں، فتح و کامرانی فقیروں کی دُعا سے اور تن درستی دردمندوں کا درد دُور کرنے سے نصیب ہوتی ہے، مجرموں کے قصور معاف کرکے خدا کے جناب سے رحمت کی اُمید رکھنی چاہیئے۔

جب سلطانؒ کا آخری وقت قریب آیا تو یہ وصیت صاحبزادوں کو ارسال کی، بڑھاپا آگیا،

---

[1] وصایا ص ۴۲ تا ص ۴۶۔

کمزوری زیادہ ہوگئی، اعضاء میں قوت نہیں رہی، دُنیا میں یگانہ و تنہا آیا تھا اب سب سے بیگانہ جا رہا ہوں، مجھے اپنے آپ کی خبر نہیں کہ کون ہوں اور کس کام کے قابل ہوں، جو دم عبادت کے بغیر گذرا، اس کا افسوس باقی ہے، حکومت و رعایا پروری مجھ سے بن نہ آئی قیمتی عمر مُفت میں ضائع ہوگئی، گھر کا مالک (اللہ تعالیٰ) تو موجود ہے، لیکن میں اپنی تاریک آنکھ میں اس کی روشنی نہیں دیکھتا، زندگی پائیدار نہیں گذرے ہوئے دم کی نشانی ظاہر نہیں، اور مستقبل کے متعلق کچھ نہیں، سب نے جُدائی اختیار کی۔

لوگ نہیں سمجھتے کہ ہم پر بھی ایک حاکم اعلیٰ ہے، میں اپنے ساتھ کچھ نہیں لایا تھا، مگر افسوس گُناہوں کا بوجھ ساتھ لے جا رہا ہوں، اگرچہ اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم پر نظر اور اس کی رحمت سے قوی امید ہے لیکن اپنے اعمال و افعال کو دیکھتے ہوئے ہر وقت ڈر لگا رہتا ہے اگرچہ پروردگار اپنے بندوں کی حفاظت کریگا، ظاہری حالت پر نظر رکھتے ہوئے فرزندوں پر بھی واجب ہے کہ خلقِ خدا اور مسلمان ناحق نہ مارے جائیں۔

فرزند زادہ بہادر کو آخری دُعا کہدیں، ہم نے رُخصت کے وقت اس کو نہ دیکھا، شوق باقی رہا، بیگم نواب بائی والدہ کام بخش اگرچہ رنجیدہ خاطر ہے لیکن دلوں کا مالک خدا ہے، عورتوں کو کوتاہ اندیشی ناکامی کے سوا اور کوئی نتیجہ نہیں رکھتی، الوداع، الوداع، الوداع۔

نیز وصیت فرمائی کہ:

۱۔ اس گناہ گار کو غرقِ معاصی کو تربتِ مقدسہ مطہرہ چشتیہ سلام کے قریب دفن کریں، اس لئے کہ گناہوں کے دریاؤں میں ڈوبے ہوئے کو اس درگاہ غفران پناہ التجا کرنے کے سوا کچھ اور ٹھکانہ نہیں۔

۲۔ مبلغ چودہ روپیہ بارہ آنے جو ٹوپیوں کی سلائی کے عالیہ بیگم محلدار کے پاس جمع ہیں وہ ان سے لیکر مجھ بیچارے کے کفن میں صرف کریں، اور جو مبلغ تین سو روپیہ قرآن کی لکھائی کے صرفِ خاص میں ہیں وہ انتقال کے دن محتاجوں کو دیں، اس لئے کہ کلام مجید کی لکھائی میں حرمت کا شبہ ہے، میرے کفن میں یہ روپیہ صرف نہ کریں۔

۳۔ اگر اور ضرورت ہو تو بادشاہ عالی جاہ کے وکیل سے لیں، کیونکہ اولاد میں یہی قریب ترین وارث ہیں حلت و حرمت ان کے ذمہ ہے، مجھ بیچارے سے باز پرس نہیں، کہ مردہ بدست زندہ۔

۴۔ اس سرگشتۂ بیابان گمراہی کو ننگے سر دفن کریں کہ گناہ گار تباہ روز کو دربار عظیم الشان اللہ تعالیٰ کے روبرو ننگے سر لیجانے سے نظرِ رحمت زیادہ ہوگی۔

۵۔ میرے تابوت پر گاڑھے یعنی گزی کی چادر ڈالیں، اور امیروں کی بدعت سے پرہیز کریں۔

## حضرت شاہ میر بادشاہ بخاری کی وصایا:

اللہ اکبر راجب کسی

شخص پر موت کی علامات و آثار ظاہر ہوں، چاہیئے کہ گناہوں سے توبہ کرے، استغفار پڑھے، خدا کی یاد میں مشغول رہے، اس وقت اس کے پاس دیندار پاک لوگ رہیں، ہر کس و ناکس کو وہاں آنے نہ دیں، شور، پکار، قصے کہانیاں، فضول باتیں نہ کریں، خوشبوئیں مہکائیں، مکان اور بیمار کا بستر اور لباس پاک صاف رکھیں، کلمہ طیبہ، سورہ یٰسین اور قرآن شریف پڑھیں لیکن بیمار کو کچھ نہ کہیں، جب رُوح جسم سے پرواز کر جائے تو لباس بدل ڈالیں، آنکھیں بند کر دیں، تھوڑی باندھ دیں۔

اور تجہیز و تکفین میں زنہار زنہار تاخیر نہ کریں، بہت جلدی کریں، پہلے گرم پانی جس میں کافور، ریٹھا اور بیر کی پتیاں ڈال کر گرم کیا گیا ہو، جسم تر کر کے بہت آہستگی سے تمام جسم مل کر میل کچیل دور کر دیں، ذرا سا بٹھلا کر اور نرمی کے ساتھ پیٹ ملیں تاکہ کچھ کثافت خارج ہو جائے، پھر اچھی طرح سے دھو کر پاک کر دیں، پھر وضو کرائیں اور غسل دیں۔

غسل دینے والے چار پانچ اشخاص کے سوا کسی اور کو غسل کی جگہ نہ آنے دیں، پردے میں نہلائیں، پردے کا اہتمام کریں، غسل دینے والے بھی میت کی ستر کو نہ دیکھیں، اگر میت میں کوئی عیب پایا جائے تو دوسروں کے سامنے ظاہر نہ کریں، بہت احتیاط و ہوشیاری سے غسل دیں، طہارت میں کوئی کمی نہ آنے دیں، پھر کفن پہنائیں جو لوگ دیکھنا چاہیں ان دکھائیں اور ان کو دیکھنے کی دعوت نہ دیں، غسل و کفن سے پہلے نہ دکھائیں، اس لئے کہ اس وقت رُوح نکلنے پر کچھ تغیر ہوتا ہے۔

جنازے کی مسہری کو دھولیں، عود کا دُھواں دیکر تیار رکھیں پھر میت کو لٹا کر لیجائیں، میت کو شال دوشالہ نہ اُڑھائیں، نماز جنازہ کسی نیک دل مقدس شخص سے پڑھوائیں، دفن فوراً کر دیں اور فاتحہ سے نہ بھولیں۔

اے فرزند ارجمند! یہ بات خوب یاد رکھو کہ جب میں مر جاؤں ہرگز ہرگز تم نہ رونا اور نہ غم کرنا، بلکہ خوشی خوشی بہت جلد تجہیز کر دو، نماز جنازہ کے بعد کڑپے میں اپنے جد امجد کی مسجد حضرت شاہ سید ثانی کے صحن میں جو قبر میں نے تیار کرا رکھی ہے اس میں دفن کرنا، کسی بات کی خواہ کچھ بھی کہے ہرگز ہرگز نہ سننا اور میرے حکم پر عمل کرنا، یاد رکھو بیٹا وہی ہے جو باپ کا کہنا مانے، ورنہ بیٹا کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا، میرے کہنے پر ضرور عمل کرو ورنہ خدا نہ کرے، دین و دُنیا دونوں میں تم کو پچھتانا پڑے گا، میرے کفن کیلئے روپیہ موجود ہے کسی دوسرے کا نہ لگانا، میت کا اشتہار نہ دینا، نہ کسی کو آدمی کر کے بلانا، نہ مت آؤ کہکر روکنا، نہ جنازہ شہر میں گھمانا، نہ دکانیں بند کرانا، نہ کسی دوسری مسجد میں لیجانا، نہ کسی کا انتظار کرنا۔

خدائے عزّ و جل بطفیل سرور رسل تمہیں نیک توفیق عطا فرمائے اور راہِ راست پر چلادے، اور دین و دُنیا دونوں میں ہمیشہ خوش و خرم رکھے، آمین بحق طٰہٰ و یٰسین۔

الراقم عبد الحق عرف شاہ میر بادشاہ عفی عنہ اللہ التقصیر المرقوم یازدہم محرم الحرام بروز دوشنبہ ۱۳۵۴ھ [1]

(جاری)

---

[1] وصایا ص ۵۵ تا ص ۵۷۔

عبدالرشید عراقی
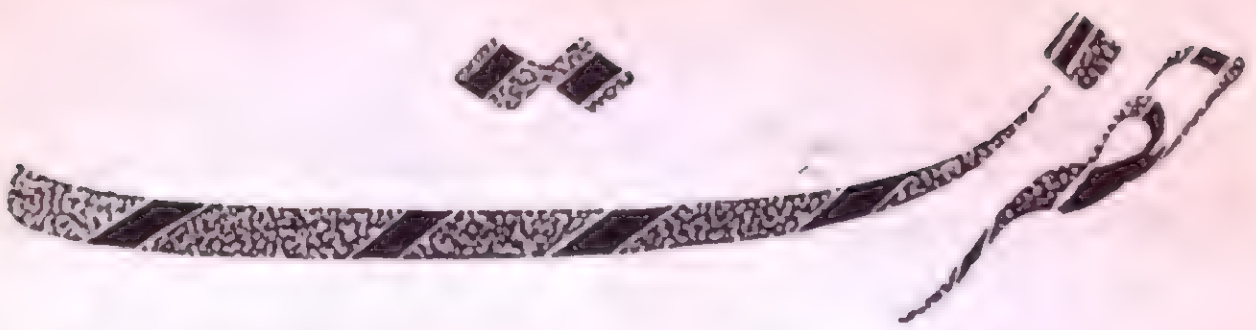
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مشہور صحابی رسول ہیں آپ اُن دس صحابہ کرام میں شامل تھے جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں جنّت کی بشارت دی تھی۔ حضرت سعدؓ کے مصحف اخلاق میں خشیتِ الٰہی، حبِّ رسول، ماتقویٰ، زہد، بے نیازی اور خاکساری سب سے روشن ابواب ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا تعلق خاندانِ قریش سے تھا۔ اور ننھیال کی طرف سے زہری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیال بھی زہران خاندان سے تھے۔ اس لئے حضرت سعد رشتہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں لگتے تھے۔[1]

حضرت سعد کی عمر ١٩ سال کی تھی۔ جب آپ نے اسلام قبول کیا۔ تو آپ کی والدہ نے آپ سے بات چیت کرنا اور کھانا پینا چھوڑ دیا۔ آپ اپنے والدہ کے بہت فرمانبردار تھے۔ اس لئے سخت آزمائش میں پڑے۔ لیکن آپ نے اس کی بالکل پرواہ نہ کی۔ کہ والدہ کس حال میں ہے اور آپ کی اس استقامت پر معصیتِ الٰہی میں والدین کی عدم اطاعت کا ایک قانونِ عام بنا دیا گیا۔

وَاِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا۔[2]

اگر والدین تجھ کو میرے ساتھ شرک پر مجبور کریں جن کا کوئی علم ویقین تیرے پاس نہیں ہے تو اس میں ان کی اطاعت نہ کر۔

حضرت سعد بن ابی وقاص بھی دیگر صحابہ کرام کی طرح مصائب وآلام کا شکار ہوئے اور آپ نے تمام مصائب وشدائد صبر واستقلال سے برداشت کئے۔ اور آپ عموماً مکہ کی

---

[1] اسد الغابہ ج ٢ ص ٢٩١۔ [2] لقمان ۔ ١٥۔

ویران گھاٹیوں میں چھپ کر عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتے۔ علامہ ابن اثیر ام سنہ ۶۳۰ھ نے لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ ایک گھاٹی میں چند صحابہ کے ساتھ مصروف عبادت تھے۔ کہ اتفاق سے کفار کی ایک جماعت اُدھر آنکلی اور انہوں نے اسلام کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ حضرت سعد کو اُن کی یہ حرکت پسند نہ آئی۔ اور جوش میں آکر زور سے ایک مشرک کو اونٹ کی ہڈی ماری۔ جس سے اس کا سر پھٹ گیا۔ ابن اثیر لکھتے ہیں۔ کہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اسلام کی حمایت میں یہ پہلی خونریزی تھی۔ جو حضرت سعد بن ابی وقاص کے ہاتھ سے عمل میں آئی۔[1]

مکہ میں جب کفار کا ظلم و ستم حد سے بڑھ گیا۔ اور مسلمانوں کا پیمانہ صبر و تحمل لبریز ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ہجرت مدینہ کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرت نے بھی ہجرت کی۔ اور مدینہ اپنے بھائی کے مکان پر ٹھہرے جنہوں نے ایک قتل کر کے مدینہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔[2]

معرکۂ بدر سے جنگوں کی ابتدا ہوئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے اس جنگ میں غیر معمولی شجاعت کے جوہر دکھائے۔ جنگِ اُحد میں بھی آپ نے اپنی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے۔ اور غزوۂ اُحد میں تیر اندازوں کی غفلت سے جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ جس سے اکثر صحابہ کرام کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ لیکن حضرت سعد ثابت قدم رہے۔ اور حضرت سعد تیر اندازی میں کمال رکھتے تھے۔ اس لئے جب کفار کا نرغہ ہُوا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے ترکس سے تیر دیتے جاتے اور فرماتے۔

یا سعد ارم فداک ابی وامی۔[3]

یعنی اے سعد تیر چلا دے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں۔

غزوۂ اُحد سے فتح مکہ جس قدر معرکے پیش آئے۔ ان میں حضرت سعد بن ابی وقاص نے شرکت کی۔ اور اپنی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے۔ غزوۂ طائف اور تبوک میں بھی شامل ہوئے۔

حجۃ الوداع میں بھی حضرت سعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ لیکن مکہ میں آپ سخت بیمار ہو گئے! جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی عیادت کو تشریف لائے! تو آپ زندگی سے مایوس ہو کر عرض کرنے لگے!

> یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں مالدار آدمی ہوں۔ لیکن ایک لڑکی کے سوا کوئی وارث نہیں ہے اس لئے اگر اجازت ہو۔ تو اپنا دو ثلث مال کارِ خیر میں لگا دوں۔ ارشاد ہوا نہیں! پھر عرض کی دو ثلث نہیں تو نصف سہی۔ حکم ہوا نہیں صرف ایک ثلث اور یہ بھی بہت ہے۔ تم اپنے وارثوں کو مالدار اور تونگر چھوڑ جاؤ۔ کہ وہ لوگوں کے سامنے دست سوال نہ پھیلاتے پھیریں۔ تم جو کوئی بھی خدا کی رضا جوئی کیلئے صرف

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۹۱۔ [2] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۹۹۔ [3] صحیح بخاری کتاب المغازی غزوۂ اُحد۔

کروگے اس کا اجر ملے گا۔ یہاں تک کہ اپنی بیوی کے منہ میں جو لقمہ ڈالتے ہو۔ اس کا بھی ثواب پاؤگے[1]

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی صحت کے دعا فرمائی! اور فرمایا

اللّٰھم اشف سعدًا! اللّٰھم اشف سعدًا!

اے اللہ سعد کو صحت عطا کر، اے اللہ سعد کو صحت عطا کر،

چنانچہ دعا قبول ہوئی۔ اور حضرت سعد صحت یاب ہوئے! اور اس کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت سنائی کہ۔

اے سعد! تم اس وقت تک نہ مروگے۔ جب تک تم سے ایک قوم کو نقصان اور دوسری قوم کو نفع نہ پہنچ لے[2]

یہ پیشگوئی بھی فتوحات کے ذریعہ پوری ہوئی۔ جن میں عجم قوم نے آپ کے ہاتھوں سے نقصان اور عرب قوم نے فائدہ اٹھایا۔

مکّہ سے واپسی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اول مقرر ہوئے، حضرت سعدؓ نے جمہور کا ساتھ دیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بلاتوقف بیعت کی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ کو ہوازن کا عامل مقرر کرایا۔

حضرت ابوبکر صدیق نے سوا دو سال کی خلافت کے بعد داعی حق کو لبیک کہا۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے۔

حضرت عمر فاروق کے عہد حکومت میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور سب سے پہلے عراق پر فوج کشی کی گئی، اور حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو ایک فوج گراں کے ساتھ اس طرف روانہ فرمایا۔ انہوں نے ایرانیوں کو متفرق معرکوں میں شکست دے کر تمام متعلقہ علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد مشرقی فرات کے ان ایرانیوں سے دوبارہ جنگ ہوئی۔ جس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اور ابوعبیدہؓ بھی شہید ہوئے۔ اور حضرت ابوعبیدہؓ کی جگہ مثنیٰ شیبانی سپہ سالار مقرر ہوئے۔ انہوں نے زبردست لڑائی کے بعد عراق کے ایک وسیع خطہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد دوبارہ ایرانی مقابلہ میں آئے۔ حضرت سعدؓ ان دنوں ہوازن کے عامل تھے۔ آپ نے ایک ہزار آدمی بھیجے۔ جن میں ہر ایک تیغ و تفنگ کا ماہر تھا۔ اور حضرت عمرؓ کے سامنے یہ مسئلہ در پیش تھا۔ کہ فوج کی سپہ سالاری کس کے سپرد کی جائے۔ حضرت علیؓ ابن ابی طالب کو اس کے لئے کہا گیا۔ تو آپ نے انکار کر دیا۔ آخر حضرت عمر فاروقؓ خود تیار ہوئے لیکن اہل الرائے صحابہ کرام مانع ہوئے۔ کہ آپ کا جانا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ آخر حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کا نام پیش کیا۔ تو سب اجلہ صحابہ کرام نے

---

[1] صحیح مسلم کتاب الوصیۃ۔ [2] ایضاً۔

اس کی تائید کی۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کو سپہ سالار مقرر کرایا گیا۔ [1]

حضرت سعد بن ابی وقاص اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے شجاعت اور بہادری میں بے نظیر تھے۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے اس جنگ میں جو تاریخ میں جنگ قادسیہ کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ شجاعت اور بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ تاریخ اس پر آج بھی نازاں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی!

معرکہ قادسیہ کے بعد ۱۵ھ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ نے عراق عرب پر عام فوج کشی کی۔ مدائن پر حملہ کرکے اس کو بھی زیر نگیں کیا۔ اور یہ تمام علاقہ مسلمانوں کے زیر نگیں آگیا۔ اس کے بعد حضرت سعدؓ نے دربار خلافت سے آگے بڑھنے کی اجازت طلب کی۔ تو جواب آیا! کہ

دولت و حکمرانی کے مقابلہ میں بھی ایک سپاہی کا خون زیادہ محبوب ہے۔ کاش ہمارے اور عجمیوں کے درمیان شد کلندری حائل ہوتی۔ کہ نہ ہم ان کی طرف بڑھتے۔ اور نہ وہ ہم پر حملہ آور ہوتے۔ غرض سردست اسی پر اکتفا کر کے ممالک مقبوضہ کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لو!

اس فرمان کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کی سپہ سالاری کا زمانہ ختم ہوگیا اور وہ مدائن کے گورنر کی حیثیت سے نظم و نسق میں مصروف ہوگئے

ایک دانشور کا قول ہے کہ!

کسی غیر قوم پر حکمرانی اور ملکی نظام کو بہترین اصول پر مرتب کرنا بھی اس قدر مشکل ہے۔ جس قدر کسی ملک کو فتح کرنا۔

حضرت سعدؓ اپنی فطری قابلیت کے باعث ان دونوں مشکلات پر آگے انہوں آگے انہوں نے جس خوبی و عمدگی کے ساتھ اپنے عہدہ جلیلہ کے فرائض انجام دیئے۔ اس سے زیادہ اس زمانہ میں کہیں نہ تھا۔

حضرت سعدؓ نے حضرت عمر فاروق رضؓ کے حکم سے تمام کی مردم شماری کرائی۔ اراضی مفتوحہ کو اصلی باشندوں کے پاس رہنے دیا۔ لگان اور جزیہ کے اصول بنائے۔ رعایا کی آسائش و آرام کا انتظام کیا۔ عجمیوں کے ساتھ نیک برتاؤ کیا۔ اور آپ کے اس حسن سلوک سے بڑے بڑے رؤسا متاثر ہو کر مسلمان ہوئے۔

اس کے بعد حضرت سعدؓ نے حضرت عمر فاروق رضؓ کے مشورہ سے کوفہ شہر بسایا۔ وسط شہر میں ایک مسجد تعمیر کی۔ جس میں ۴۰ ہزار نمازیوں کی گنجائش رکھی گئی۔ مسجد کے قریب بیت المال اور اپنا محل تعمیر کرایا۔ جو قصر سعد کے نام سے مشہور رہا۔

۲۱ھ میں حضرت سعد بن ابی وقاص کے خلاف چند عناصر نے حضرت عمر فاروق رضؓ

---

[1] طبری ص ۲۲۱۵۔

کے سامنے شکایت کی! کہ آپ نماز اچھی طرح نہیں پڑھاتے ظاہر ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جیسے عالی مرتبت و بلند پایہ صحابی کی نسبت یہ شکایت کس قدر مہمل تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ کو بھی اس کے لغو ہونے کا یقین تھا۔ تاہم رفع حجت کے خیال سے حضرت محمد بن مسلمہ کو تحقیقات کے لئے بھیجا۔
حضرت محمد بن مسلمہ نے تحقیقات کے بعد دربار خلافت میں جو رپورٹ پیش کی۔ اس کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاصؓ پر جرم ثابت نہ ہو سکا۔ اور اس کے بعد حضرت سعدؓ مدینہ آئے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا! سعد لوگ شکایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نماز اچھی نہیں پڑھاتے! تو حضرت سعدؓ نے جواب میں فرمایا! کہ

> پہلی دو رکعتوں میں لمبی سورتیں پڑھتا ہوں۔ اور آخری دو میں صرف سورہ فاتحہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ بے شک تمہاری نسبت یہ گمان ہو سکتا ہے[1]

گو الزام بے بنیاد ثابت ہوا۔ مگر حضرت عمر فاروقؓ مناسب یہی سمجھا۔ کہ آپ کو سبکدوش کرایا۔ چنانچہ حضرت سعدؓ کو سبکدوش کر دیا گیا۔ اور واپس جانے کی اجازت نہ دی[2]۔
حضرت سعد بن ابی وقاص کو اپنے اوپر اس بے ہودہ الزام کے قائم ہونے کا بہت افسوس تھا! فرمایا کرتے تھے! کہ

> میں عرب میں پہلا شخص ہوں۔ جس نے راہ خدا میں تیر اندازی کی ہم ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ درخت کے سوکھے پتے کھا کھا کر لڑے تھے۔ لیکن خدا کی شان آج یہ نیو اسد پیدا ہوئے نہیں۔ جو خود مجھے مذہب سکھلاتے ہیں۔ کہ میں نماز اچھی پڑھاتا[3]

۲۳ھ میں حضرت عمرؓ نے شہادت پائی! اور حالت نزع میں آپ نے اپنے جانشین کے لئے چھ آدمیوں کے نام پیش کئے تھے۔ جن میں حضرت سعد بھی شامل تھے۔ اور حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اگر سعد خلافت کے لئے منتخب نہ ہو سکیں۔ تو جو خلیفہ منتخب ہو۔ وہ ان کی خدمات سے فائدہ اُٹھائے۔ کیونکہ میں نے ان کو کسی کمزوری یا خلافت کی وجہ سے معطل نہیں کیا تھا۔
حضرت عمر فاروقؓ کے بعد حضرت عثمان خلیفہ مقرر ہوئے۔ تو انہوں نے حضرت سعدؓ کو دوبارہ کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا۔ لیکن ۲۶ھ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مہتم بیت المال سے اختلاف پیدا ہونے سے پھر معزول ہو گئے[4]
اس کے بعد آپ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ بن ابی طالب خلیفہ مقرر ہوئے۔ تو ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ لیکن گوشہ نشینی اختیار کی۔ جنگ جمل میں حضرت علیؓ حضرت طلحہ و زبیرؓ کے مقابلہ میں فوج کے ساتھ روانہ ہوئے۔ لوگوں

---

[1] طبری ص ۲۶۰۶ - [2] طبری ص ۲۶۰۸ - [3] صحیح بخاری باب مناقب سعد بن ابی وقاصؓ۔
[4] استیعاب ج ۲ تذکرہ سعد بن ابی وقاصؓ۔

نے ان کو اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی! لیکن آپ نے معذرت کی اور کہا۔
مجھے ایسی تلوار بناؤ جو مسلم، کافر میں امتیاز رکھے[۱] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ۵۵ھ میں ۷۰ سال کی عمر میں عقیق (مدینہ سے دس میل کے فاصلہ پر) انتقال کیا۔ اور جنت البقیع میں دفن کیا گیا[۲]

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۲ تذکرہ سعد بن ابی وقاص۔ [۲] ایضاً۔

## کیا تمام علماء کو میدان سیاست میں آجانا چاہئے؟

چونکہ آجکل دین سے بے راہ روی عام ہو رہی ہے، ہر جگہ لاقانونیت اور دین سے بیزاری ہے، جس کے سامنے زندگی گزارنے اور دنیا کے سامنے سامان واسباب جمع کرنے کا جو بھی طریقہ سامنے آیا، اس کو اختیار کرلیا، وہ اس سوچ بچار میں اپنا وقت صرف کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا کہ یہ طریقہ مجھے اختیار کرنا بھی چاہیئے یا نہیں؟ اور یہ طریقہ معاش میرے لئے حلال ہے یا حرام؟ بس ہر شخص راتوں رات لکھ پتی بننے کی فکر میں مرا جارہا ہے۔ دنیا بھر کا تمام سامان عیش وعشرت وہ اپنے عشرت کدہ میں جمع کرنا چاہتا ہے، اور اپنے گھر کی چار دیواری کو "جنت ارضی" دیکھنا چاہتا ہے، اور اسی دوڑ دھوپ میں وہ اپنے رات دن صرف کرتا ہے، نہ اسے دین سے کوئی دلچسپی رہتی ہے، نہ نماز و روزہ کی کچھ پاسداری باقی رہتی ہے، نہ اسکو اولاد کے حقوق کی کوئی فکر ہوتی ہے۔ بس ایک بھیڑ چال زندگی ہے جو گزر رہی ہے۔

یہ تو عوام کا حال ہے، دوسری طرف ارباب حکومت کی طرف دیکھیں تو ان میں عوام سے زیادہ بدحالی، لاقانونیت اور بے دینی نظر آئیگی۔ حکومت کے کسی محکمہ کے افراد کو دیکھ لیجئے (الاماشاء اللہ) ہر شخص دولت سمیٹنے کے چکر میں ہے، ہر جگہ رشوت کا بازار گرم ہے بغیر رشوت کوئی کام کرانا ناممکن ہے، اوپر سے نیچے تک آوے کا آوہ ہی بگڑا ہوا ہے، کوئی افسر اپنے ماتحت کے بارے میں کسی قسم کی کوئی شکایت سننے کو تیار نہیں ہے، بلکہ اُلٹا شکایت کرنیوالے کو کھری کھری سُنادی جاتی ہے، اسلام، اسلام کا نعرہ لگادیا جاتا ہے، اسلام کا لیبل لگاکر عوام کو دھوکہ دیا جارہا ہے، اسلامی قوانین کے نفاذ میں لیت ولعل سے کام لیا جارہا ہے، صرف یہی نہیں کہ اسلام سے محبت نہیں۔ بلکہ الٹا اسلام سے بغض وعناد دلوں میں بھرا ہوا ہے۔ امریکہ سے امداد وصول کرنے کے لئے اسلام کو پیچھے دھکیلا جارہا ہے، بہرحال جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب آپ حضرات کے سامنے ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ ان حالات میں علماء دین جو مدارس کی چار دیواری میں بیٹھ کر دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں، ان کو کیا کرنا چاہیئے ........؟

اس کی دو صورتیں ہیں:- ایک صورت تو یہ ہے کہ تمام علماء مدارس کو تالے لگا کر میدانِ سیاست میں کود جائیں۔ اور عوام اور حکام کی اصلاح میں لگ جائیں، جیسا کہ آج کل یہ نعرہ لگایا جاتا ہے "یہ میدان میں آنے کا وقت ہے، علماء کو میدان میں آنا چاہیئے" دوسری صورت یہ ہے کہ جو علماء مدارس میں لگے ہوئے ہیں، وہ اپنا کام کرتے رہیں اور مدرسہ کی چار دیواری میں بیٹھ کر دین کی خدمت انجام دیتے رہیں۔

اب اگر تمام علماء مدارس کو تالے ڈال کر میدانِ سیاست میں آجائیں تو اس سے کیا کیا خرابیاں اور کیا کیا مفاسد پیدا ہونگے، اس کا تھوڑا سا جائزہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

حقیقت میں علماء اور علم دین کے خلاف انگریزوں کی بہت بڑی سازش رہی ہے۔ کہ ان کو مدرسہ سے علیحدہ کیا جائے، اس لئے کہ جب یہ مدرسہ سے علیحدہ ہوجائیں گے تو نہ ان کا دین باقی رہیگا نہ علم دین، پھر ان کی پناہ کی جگہ کوئی نہیں ہوگی، اس لئے اس نے لوگوں کے ذہنوں میں اس قسم کے خیالات ڈال دیئے ہیں جس کی وجہ سے اب بہت سے لوگ کہتے ہیں۔

"علماء کو میدان میں آنا چاہیئے۔ میدان میں نکلنا چاہیئے"

نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ لوگوں کی زبانوں پر یہ آتا ہے کہ (مسائل کا وقت نہیں کام کا وقت ہے کام کرنا چاہیئے)

پھر ان لوگوں کے نزدیک میدانِ سیاست میں آنے کی نہ کچھ شرائط ہیں نہ حدود ہیں، دیوانوں کی سی ایک بڑ ہے کہ میدان میں نکلنا چاہیئے، جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ خود تو کسی کام کے ہے نہیں، غضب یہ ہے کہ بیچارے طالب جو پڑھنے پڑھانے میں۔ ان کو بھی اس میں مبتلا کردیا۔ اور میدانِ سیاست میں لا کھڑا کیا، یہ ایسا چٹیل میدان ہے کہ دانہ ہے نہ پانی، دنیا ہے نہ دین، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حجرہ بھی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔ اور میدان بھی ہاتھ نہیں آتا۔

حقیقت میں مغربی تہذیب اور بے دینی کا جو سیلاب ہمارے معاشرے میں آرہا ہے، ان دینی مدارس کی وجہ سے اس کی رفتار سست رہی ہے، یہ مدارس اس سیلاب کے سامنے بند کا کام کر رہے ہیں، اگر یہ مدارس نہ ہوتے تو ہمارا معاشرہ ابتک مغربی معاشرہ سے دو قدم آگے ہی ہوتا، اس لئے کہ ہمارا معاشرہ مغربیت کی اندھی تقلید کا پرستار ہے، اور آنکھیں بند کرکے اس کے پیچھے چلدیتا ہے، اس لئے کہ اندھا اگر کسی بینا کے پیچھے چلے تو بینا کسی نہ کسی موڑ پر خطرہ محسوس کرتے ہوئے آگے جانے سے رُک جائیگا، اور اندھے کے لئے راستہ خالی چھوڑ دے گا۔

دوسری طرف آپ یہ دیکھیں کہ پاک و ہند میں ابتک جو دینداری، علمِ دین کے حامل علماء نظر آرہے ہیں، وہ ان مدارس ہی کے مرہونِ منت ہیں، ہمارے وہ اسلاف

جنہوں نے ان مدارس کو قائم کیا۔ اور جنہوں نے ان مدارس کی باگ ڈور سنبھالی، اگر وہ ان مدارس کو بند کرکے میدانِ سیاست میں نکل جاتے تو آج ہمیں دین کا کوئی مسئلہ بتانے والا نہ ملتا۔ اور آج ہمارے سامنے بڑے بڑے جیّد اور محقق علماء جو ہماری سرپرستی کر رہے ہیں، وہ سب ان مدارس ہی کی زرخیز پیداوار ہے، آج وہ ہمارے مقتدا بھی ہیں اور پیشوا بھی، لیکن آج وہ ہمارے مقتدا اور پیشوا کیوں کہلا رہے ہیں، اس لئے کہ انہوں نے ان مدارس میں صحیح معنی میں دین کی تعلیم حاصل کی، اور اس درجہ تک پہنچے۔

لیکن اگر یہی ہمارے مقتدا اور پیشوا علماء مدارس کے طلباء کو میدانِ سیاست میں نکلنے کی دعوت دیں۔ اور سب طلبۂ میدان میں نکل آئیں، تو پھر دین کا علم پڑھنے پڑھانے والا کوئی بھی نہ رہے گا۔ نتیجۃً علماء پیدا ہونا بند ہو جائیں گے۔ اور آئندہ دین کے مسائل بتانے والا بھی نہ رہے گا، اس لئے میں علماء سے گزارش کروں گا کہ آپ سب کچھ ہیں، علماء بھی مقتدا بھی اور پیشوا بھی، آپ جو چاہیں کریں، مگر طلبۂ کو تو اپنے کام میں لگا رہنے دیں۔ تا کہ آئندہ بھی دین کے احکام بتانے والی جماعت کا سلسلہ جاری رہے، آپ کا کیا خیال ہے کہ آئندہ دین کی ضرورت ہی نہ رہے گی، جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ "اب مسائل کا وقت نہیں، کام کا وقت ہے!"

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ اگر تمام علماء مدارس کے اندر بند ہو کر بیٹھ جائیں۔ اور میدانِ سیاست میں نہ نکلیں، تو پھر بد دین افراد میدانِ سیاست پر قبضہ کرلیں گے، وہ لوگ پھر بے دینی، لاقانونیت اور فساد برپا کریں گے، اور اس طرح ہمارا معاشرہ مغربی تہذیب اور مغربی معاشرہ کے سیلاب میں بہتا چلا جائے گا۔ اور اس کو کوئی روکنے والا نہ ہوگا۔

اس کے جواب میں ہم عرض کریں گے ہم نے یہ کب کہا کہ تمام علماء مدارس ہی میں رہیں اور میدانِ سیاست خالی چھوڑ دیں، بلکہ ہم تو صرف یہ کہہ رہے ہیں، کہ جو علماء و طلبۂ مدارس میں علم دین پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہیں، ان کو آپ نہ چھیڑیں، اور ان کو اپنے کام میں لگے رہنے دیں، ان سے یہ مطالبہ نہ کریں کہ مدرسہ کی درس و تدریس چھوڑ کر میدانِ سیاست میں کود جائیں البتہ ان کے علاوہ جو دوسرے علماء ہیں، جو درس و تدریس میں نہیں لگے، وہ بیشک ضرور میدان میں آجائیں، لیکن میدانِ سیاست میں آنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مسائل و احکام سے بالکل بے نیاز ہو کر آزادی سے کام کریں، بلکہ میدان میں رہتے ہوئے علماء مدارس سے رابطہ رکھیں۔ اور جہاں مسائل معلوم کرنے کی ضرورت ہو، تو ان سے پوچھیں،

حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے سلسلۂ ملفوظات میں ایک جگہ فرماتے ہیں:-

"سب کو مل کر کام کرنے کے یہ معنی نہیں کہ سب ایک ہی کام میں لگ جائیں، یا ایک کا کام دوسرا کرنے لگے، جیسے ایک مکان تیار کیا جارہا ہے اس کی تیاری کے لئے معمار کی بھی ضرورت، بڑھئی کی بھی ضرورت،

مزدور کی بھی ضرورت، اب یہ بتلاؤ کہ سب مل کر جو تعمیر کا کام کر رہے ہیں اس کا کیا طریقہ ہے؟ یہی کہو گے کہ معمار اینٹ لگائے، بڑھئی دروازے بنائے۔ مزدور گارا پہنچائے، اینٹ پہنچائے۔ جب یہ سمجھ میں آگیا، اب میں پوچھتا ہوں اگر یہ سب مل کر اینٹ ہی لگانے لگیں، یا سب کے سب آرہ ہی چلانے لگیں، یا سب کے سب گارہ ہی پکڑانے لگیں، کیا مکان تیار ہوسکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ نہیں، تو اسی طرح یہاں خیال کرو کہ سب کو ملکر کام کرنے کے صرف یہی معنی ہیں کہ تجربہ کا کام "تو لیڈر کریں۔ اور اس طرح کریں کہ وہ کسی کام کے کرنے سے قبل علماء سے جائز و ناجائز معلوم کرلیا کریں، اور احکام بتلانے کا کام علماء کریں، بس اس طرح ہر ہر شخص اپنے فرض منصبی کو انجام دے۔ اس صورت میں امید کامیابی نکل سکتی ہے کہ ہم اپنا کام کریں، وہ اپنا کام کریں، سب کے مل کر کام کرنے کے یہ معنی نہیں کہ سب ایک ہی کام میں لگ جائیں، علاوہ دین کے عقل کے بھی تو خلاف ہے۔ خدا معلوم یہاں ان لوگوں کی عقل کیوں کام نہیں دیتی، موٹی بات ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔

ایک اور مثال سے سمجھ لیجئے کہ اگر مرد کمایا بھی کرے، اور پکایا بھی کرے، جھاڑو بھی دیا کرے، بچوں کا ہاتھ منہ بھی دھلایا کرے یعنی یہ سب اسی کے ذمہ ہو، یا اسی طرح عورت امور خانہ داری کی بھی ذمہ دار ہو، اور باہر سے کما کر بھی لایا کرے۔ اس گڑبڑ میں کچھ بھی نہ ہوگا، نہ کمائی ہوگی اور نہ امور خانہ داری کا انتظام ہوگا۔ سب نظام گڑبڑ ہوجائیگا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ہر شخص کو اپنا کام انجام دینا چاہیئے، یہ ہی کامیابی کا راستہ ہے۔ (افاضات یومیہ حصہ اوّل ص ۱۳)

بہر حال! حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ بالا ملفوظ سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے۔ کہ تقسیم کار سے کام کرنا چاہیئے، اہل مدارس اپنے کام میں لگے رہیں، ان کو میدان سیاست میں کودنے کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ وہ لوگ حفاظت دین کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں، وہ طلبۂ جو ان کے پاس علم دین پڑھنے کے لئے آئے ہیں۔ وہ اور ان کے اوقات اہل مدارس کے پاس ایک امانت ہے، اگر اہل مدارس نے ان کو صحیح معنیٰ میں علم دین نہیں سکھایا، اور فضول چیزوں میں ان کا وقت برباد کیا تو قیامت کے روز وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہوں گے، اس لئے اہل مدارس کو چاہیئے کہ وہ خود بھی درس و تدریس میں لگے رہیں، اور طلبۂ کو بھی لگائے رکھیں۔

وہ علماء جو یہ خیال کرتے ہیں کہ مدارس میں رہ کر کام نہیں ہوتا، مدرسہ کی

چار دیواری سے باہر نکلنا چاہیئے، ان کے لئے استاذ الکل حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ پیش کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں۔

"کہ بھائی ہماری مثال رُڑکی[1] کے کارخانہ کے کاریگروں جیسی ہے، جب تک کارخانہ کے اندر ہیں، سب کچھ ہیں، اور جہاں کارخانہ سے باہر ہوئے نہ مستری مستری ہے، اور نہ کاریگر کاریگر ہے، اس لئے وہاں کام تو مشینیں کرتی ہیں، اور وہ محض چلانے والے ہیں، اس لئے جب اس احاطے سے باہر ہوئے کچھ بھی نہ رہے، سب کاریگری ختم۔

اسی طرح جب تک ہم اپنی جگہ پر ہیں، سب کچھ ہیں، کام بھی سب ہور ہے ہیں، درس و تدریس بھی ہے، تہجد بھی ہے، ذکر و شغل بھی ہے غرضیکہ سب ہی کچھ ہے، باہر نکل کر کچھ بھی نہیں رہتا، یہ منتہا ہے ہمارے کمالات کا۔

اس پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

واقعی حضرت مولانا بہت ہی وسیع النظر تھے، بڑے ہی محقق تھے، کیسی کام کی بات فرمائی، میں تو اس کو بہت بڑا فضل خداوندی سمجھتا ہوں کہ جس کو اپنوں کی معیت نصیب ہو جائے، ورنہ یہ زمانہ بہت ہی پُرفتن ہے، دوسری جگہ جا کر وہ حالت رہتی ہی نہیں، اکثر تجربہ ہو رہا ہے۔

یہ سب ملے جلے رہنے کی برکت ہوتی ہے کہ آدمی اپنے کام میں لگا رہتا ہے، اور اسی میں عافیت ہے بڑوں کے لئے بھی اور چھوٹوں کیلئے بھی یعنی جیسے چھوٹوں کو ضرورت ہے کہ بڑوں کی صحبت ہو، اسی طرح بڑوں کو ضرورت ہے چھوٹوں کی صحبت ہو۔" (افاضات یومیہ اول ص ۱۱)

لہٰذا جب مندرجہ بالا تشریح سے یہ بات واضح ہوگئی کہ تمام علماء کا میدانِ سیاست میں نکلنا ہمارے دین کے لئے سخت مضر ہے، تو دوسری صورت خود بخود متعین ہوگئی، وہ یہ کہ اہل مدارس اپنے کام میں لگے رہیں، اور مدارس سے ایسا علماء و فقہاء پیدا کریں جو آئندہ چل کر اس دین کی باگ ڈور سنبھالیں، اور آئندہ بھی مسائل بتانے والے علماء موجود ہوں۔ جو آئندہ آنے والی نسل تک دین کو اس کی صحیح شکل و صورت میں پہنچا دیں، حقیقت میں اسی دین کی بقاء ان مدارس ہی میں کام کرنے والے علماء کی مرہونِ منت ہے، اگر یہ مدارس نہ ہوتے تو اب تک یہ دین ہمارے اندر سے کب کا رخصت ہو چکا ہوتا — وما علینا الا البلاغ۔

---

[1] ایک جگہ کا نام ہے۔ ۱۲

# مسجدوں میں دُنیا کی بات نہ کی جائے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مسجدوں میں لوگوں کی بات چیت اپنے دنیوی معاملات میں ہوا کرے گی، تمہیں چاہیئے کہ ان لوگوں کے پاس بھی نہ بیٹھو، اللہ کو ان لوگوں سے کوئی سروکار نہیں۔"

(شعب الایمان للبیہقی)

مسجد چونکہ خانہ خدا ہے اس لئے اس کے ادب کا یہ بھی تقاضا ہے کہ اس میں ایسی باتیں نہ کی جائیں جن کا اللہ کی رضا طلبی سے اور دین سے کوئی تعلق نہ ہو۔

## وضو کا اہتمام کمالِ ایمان کی نشانی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اچھی طرح جان لو کہ تمہارے سارے اعمال میں سب سے بہتر عمل نماز ہے (اسی لئے اس کا سب سے زیادہ اہتمام کرو) اور وضو کا پورا پورا اہتمام بس مؤمن بندہ ہی کر سکتا ہے۔

(مؤطا امام مالک، مسند احمد)

وضو کی محافظت و نگہداشت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمیشہ سنت کے مطابق وضو کیا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بندہ ہر وقت باوضو رہے۔ بہرحال حضورؐ نے اس حدیث میں "محافظت علی الوضوء" کو کمال ایمان کی نشانی فرمایا ہے۔

جنابِ عبدالحق آد صاحب
افسرِ انچارج کونفیڈنشل پریس بہاولپور

(پہلی قسط)

مسیح الامت حضرت مولانا الشاہ محمد مسیح اللہ خان صاحب شروانی مدظلہم خلیفہ راشد حکیم الامت تھانوی کے ساتھ گزاری ہوئی چند ساعتیں

## اِبتدائی کلمات:

۱۔ اعمال دو قسم کے ہوتے ہیں اعمال قالبیہ یعنی اعمال ظاہر اور اعمال قلبیہ یعنی اعمال باطن۔

۲۔ تکثیرِ اعمال ضروری نہیں بلکہ تکمیل اعمال ضروری ہے۔

۳۔ مومن کے اخلاق و ایمان کا تعلق باطن سے ہے اور اس کے اسلام و اعمال کا تعلق ظاہر سے ہے۔ مومن ذاتِ باری تعالیٰ کی دیگر شیون و صفات کی طرح هُوَ الظَّاهِرُ وَ هُوَ الْبَاطِنُ کا بھی مظہر ہے۔

۴۔ وہ مومن کیا مومن ہے جس سے امن کا اظہار نہ ہو اور وہ مسلم کیا مسلم ہے جس کی ذات سے سلامتی برپا نہ ہو۔

۵۔ مومن کا غصہ بھی اُسکی اپنی شان کیلئے نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی شانِ جلال کا مظہر ہونے کے باعث اور تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کی تعمیل میں محض رضائے الٰہی

کیلئے اُس سے غصہ کا اظہار ہو جاتا ہے اس میں بھی مخلوق خدا پر ترحم اور آفات سے اُن کی حفاظت بفضلہٖ تعالیٰ مقصود ہوتی ہے۔

---

یہ اور اس طرح کے بیشمار لطیف وعمیق حقائق و معارف پُر لطف انداز بیان، پیارے لب ولہجہ، ہلکی پھلکی مثالوں اور واقعات سے مزین رُوح وقلب کی گہرائیوں کو گرما رہے تھے جب اللہ تعالیٰ کی سان علم وحلم کے مظہر حضرت والاشان مرشدنا مقتدانا مسیح الامت الشاہ محمد مسیح اللہ خان صاحب شروانی مدظلہم مرکزی مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے زیر اہتمام مختلف مجالس میں تشنگانِ حقیقت کو حقائق سے آگاہ فرما رہے تھے۔

## مجلس صیانۃ المسلمین کے سالانہ اجتماعات:

مرکزی مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان لاہور کے اہلِ حل وعقد پر اللہ تعالیٰ اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے جنہوں نے اس گئے گزرے دور میں بھی شمع حق روشن کی ہوئی ہے۔ ہر سال کی طرح اس سال بھی مجلس کا سالانہ اجتماع ۱۷، ۱۸، ۱۹ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو مجلس کے مرکزی دفتر واقع جامعہ اشرفیہ۔ فیروزپور روڈ۔ لاہور منعقد ہوا۔ جس میں حسبِ سابق اہلِ دل حضرات کو جمع کرنے کی سعی کی گئی تاکہ اصلاح قلب و نظر کے طالب عملاً اس سوال کا جواب پا سکیں۔ کہ ؎

الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں

اور عوام پر حجت قائم ہو جائے کہ اللہ والوں سے اَب بھی یہ دُنیا خالی نہیں ہے ؎

ہنوز آں ابر رحمت دُر فشان ست
خم و خمخانہ با مہر و نشان ست

ہاں استفادہ کیلئے طلبِ صادق شرط ہے ؎

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو بھی کسی قابل ہوتا

## حضرت مسیح الامت مدظلہم:

اس اجتماع میں تشریف لائے ہوئے عوام تو کیا، خود علماء کرام اور اہلِ دل حضرات کے قلب و نظر جس شخصیت کی طرف متوجہ تھے اور جو ہستی ان اجتماعات کا مرکزی نقطہ بنی ہوئی تھی جس میں تمام ظاہری و باطنی رعنائی سمٹ آئی تھی جس کی ہر ہر بات اور انداز بیان پر سو جان سے قربان ہونے کو جی چاہ رہا تھا۔ جو ہستی ایک ایسا آئینہ اور واسطہ بنی ہوئی تھی کہ اُس میں سے باعث کون و مکان محبوب خدا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا عکسِ جمیل واضح وصاف نظر آرہا تھا۔ بڑے بڑے علماء کرام اور صوفیائے عظام اِس فنافی الرسول

ہستی کے سامنے طفلِ مکتب بنے بیٹھے تھے جتنا جس کا علم وعمل زیادہ تھا اتنا ہی وہ عجز وانکسار کا پتلا بنا بیٹھا تھا۔

وہ قدآور شخصیت —

مسیح الامت حضرت مرشدنا و مقتدانا محمد مسیح اللہ خان صاحب شروانی مدظلہم کی تھی، آپ کی تشریف آوری طالبانِ حق کے لئے نعمتِ غیر مترقبہ تھی۔ پاکستان بھر سے عوام تو کیا شیوخ بھی کھینچے چلے آرہے تھے وہ شیوخ جن کو دیکھنے کیلئے آنکھیں ترس گئی تھیں جن کے اوقات اتنے مشغول ہیں کہ ان سے وقت لینا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے وہ حضرت مسیح الامت مدظلہم وفیوضہم کی مجالس میں دُور دراز سے از خود پہنچکر اپنے اپنے درد کی دوا حاصل کر رہے تھے ؎

ہر کجا دردے دوا آنجا رود
ہر کجا رنجے شفا آنجا رود

حضرت مدظلہم طالبانِ حق کے ہر درد و رنج کی دوا و شفا بفضلِ تعالیٰ بانٹ رہے تھے اور ہر کوئی آپ کے دامن عقیدت سے وابستگی میں فخر محسوس کر رہا تھا۔ یوں تھا جیسے جنت سمٹ کر اس چار دیواری میں پہنچ جاتی ہے جہاں حضرت والا مسیح الامت مدظلہم ہوتے ہیں۔ یہ سُن رکھا تھا کہ :

اِنَّ فِی الدُّنْیَا جَنَّۃٌ فَاِنْ لَمْ یَدْخُلْھَا لَمْ یَدْخُلْ جَنَّتَ الْاٰخِرْ۔

اِن مجالسِ مسیح الامت مدظلہم میں قلب و نظر نے بھی سُنی ہوئی اس بات پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی۔ بخدا اہلِ دل کی معیت ہی کا نام جنت ہے اور ؎

اگر جنت بر روئے زمین است
ہمین ست و ہمین ست و ہمین ست

---

طالبانِ حق کی تشنگی کے پیشِ نظر حضرت والا مدظلہم کو اپنا قیام بڑھانا پڑا اور ۸ نومبر ۱۹۸۶ء کو واپسی ہوئی۔ حضرت والا کا قیام اپنے خوش قسمت حقیقی بھانجے اور داماد برادر مکرم و معظم مولانا وکیل احمد صاحب شروانی مدظلہٗ استاد و نائب مفتی جامعہ اشرفیہ و روحِ رواں مرکزی مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے ہاں ۸، بیت الاشرف ماڈل ٹاؤن اے لاہور رہا۔

سالانہ اجتماع کے بعد ہر روز عمومی مجالس کا اہتمام عصر تا مغرب مذکورہ قیام گاہ ہی پر ہوتا رہا۔ اور یوں محسوس ہوتا رہا کہ خیر القرون کی ساعتیں واپس آگئی ہیں، ہر کوئی اپنی اپنی اصلاح قلب و نظر کے درپے ہے اور بس۔

حضرت والا کی تعلیمات کا خلاصہ یہ تھا کہ :۔

" خدائے تعالیٰ کے ساتھ معاملہ درست رکھا جائے۔ قلب کی نگہداشت کی جائے کہ غیرِ حق کی طرف متوجہ نہ ہونے پائے۔ اکثر اوقات قلب کو ذکر میں

مشغول رکھا جائے۔ قلب میں کسی مسلمان کی طرف سے غل وحقد نہ ہو۔ سب کے ساتھ خیر خواہی اور نباہ کا معاملہ ہو۔ حقوق وقت پر ادا کئے جائیں، خواہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد۔ کوئی وقت ذکر و فکر سے خالی نہ رہے۔ خوشی اور غمی کے حقوق ادا کئے جائیں۔ نعمت پر شکر ادا ہوتا رہے۔ حزن وغم میں دل اللہ تعالیٰ سے راضی رہے۔ وغیرہ"۔

---

حضرت مسیح الامت مدظلہم، اعلیٰحضرت حکیم الامت تھانویؒ کے اجل خلفائے کرام میں سے ہیں۔ آپ مادر زاد ولی کامل ہیں۔ آپ اپنے شیخ و مرشد حکیم الامت تھانویؒ ہی کے حکم کی تعمیل میں قصبہ جلال آباد ضلع مظفر نگر (یوپی) بھارت میں ایک عظیم دینی درسگاہ مفتاح العلوم کے بانی مہتمم اور سرپرستی کے فرائض مسلسل استقامت سے ادا فرما رہے ہیں۔ یہ ادارہ آپ ہی کی مساعی جمیلہ سے ایک مختصر سے دینی مکتب سے ترقی کر کے آج بفضلہٖ تعالیٰ دار العلوم دیوبند اور سہارنپور جیسا ایک عظیم دینی و روحانی جامعہ کا روپ دھار چکا ہے۔ جو نہ صرف ظاہری علوم کی درسگاہ ہے بلکہ یہاں کے تمام افراد استاد، طالب علم اور خدام دِل کی دُنیا کو بھی سنوارنے کی فکر میں ہیں۔ یہ ظاہر و باطن کی ہمہ گیر اصلاح کی فکر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت والا مسیح الامت مدظلہم ہی کی مساعی جمیلہ کی مرہون منت ہے۔

بر کفے جامِ شریعت بر کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

## تصدیقِ استاد گرامی:

حضرت والا کے استاد گرامی حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب لکھنویؒ مجاز صحبت حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے حضرت والا کی حیاتِ طیبہ کو بچپن سے لیکر اپنی حیات مستعار کے آخری لمحات تک دیکھا۔ اِن ہی مفتی صاحبؒ نے بارہا آپ کے متعلق فرمایا:

"یہ (حضرت والا مدظلہم) بچپن ہی سے حیا و ادب، وقار و حلم، ذکاوت و ذہانت کے اوصافِ حمیدہ کے حامل ہیں۔"

اس یگانۂ روزگار استاد گرامی نے نہ صرف اتنی بڑی تصدیق سے نوازا بلکہ اس بہت بڑے فقیہہ و محدث نے اپنے مرشدِ اول حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی وفات کے بعد، باہمہ ذوق آگہی، اپنے اسی شاگرد رشید (حضرت والا) سے اصلاح باطن کیلئے عملاً رجوع کیا۔ اور خلیفہ مجاز بیعت ہوئے۔

آپ کی عظمتِ شان کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

## والدِ گرامی کا رویہ:

آپ کے والد ماجد احمد سعید خان صاحبؒ حقہ پیا کرتے تھے لیکن اپنے اس خلف الرشید کی لطافتِ طبع اور مادرزاد ولایت کے پیشِ نظر کبھی اُن سے حقہ نہیں بھرواتے تھے، پیار اور محبت میں آپ کو مولوی صاحب کہا کرتے تھے۔

## تعلیم۔ خلافت:

ابتدائی تعلیم درجہ ششم تک سرکاری اسکول میں حاصل کی۔ بہشتی زیور اور مواعظ حضرت تھانویؒ کا مطالعہ از خود کیا کرتے تھے۔ آپ کے طبعی رجحان کے پیشِ نظر آپ کے والد گرامی نے آپ کو بالآخر عربی تعلیم کی طرف لگا دیا۔ طالب علمی ہی کے زمانہ میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے بیعت کی سعادت سے مشرف ہوئے۔

محبت و اتباعِ شیخ میں اس قدر منہمک ہوئے کہ بالآخر جب ۱۵ شعبان ۱۳۵۱ھ کو آپ نوعمری میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے تو اُسی سال ۲۵ شوال ۱۳۵۱ھ کو حضرت حکیم الامتؒ نے اپنے اس جواں سال مرید باصفا کو خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔

## خصوصیت:

حضرت حکیم الامتؒ نے اپنی علالت کے زمانہ میں گیارہ مخصوص خلفاء گرامی کے نام نامی ایک اعلان کے ذریعے شائع فرمائے۔ کہ:

"میں اپنے چند مجازین کے نام لکھتا ہوں جن کے طرزِ تعلیم پر مجھے اتنا اعتماد ہے ان میں سے جس سے چاہیں اپنی تربیت متعلق کرلیں"۔

اس فہرست میں حضرت والا کا نام نامی بھی شامل تھا۔

ایک موقع پر حاضرین سے حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ میرے جی میں ایک بات ہے اُسے میں کیوں نہ کہہ دوں اور میں سب کے سامنے صاف صاف کہتا ہوں کہ مولوی مسیح اللہ صاحب سے مجھے محبت ہے اسی طرح ایک مرتبہ حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ اُن (حضرت والا) کی طبیعت میں انتظام ہے لہٰذا اُن کی تعلیم بالترتیب ہے۔ اور یہ بھی کسی موقع پر فرمایا کہ عیسیٰ و مسیح دونوں بڑھ گئے۔ حضرت والا مسیح الامت مدظلہم خلافت ملنے کے بعد بھی اپنے مرشد و شیخ سے برابر استفادہ کرتے رہے۔ حتیٰ کہ طالبین کے خطوط کے جوابات پر بھی اصلاح لیتے رہے۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے ہمیشہ آپ کے اصلاحی جوابات کو سراہا۔

---

## محبت استاد:

حضرت والا کو جہاں شیخ حکیم الامت تھانوی جیسا مجدد وقت ملا۔ وہیں استاد بھی غزالی دوراں ولی کامل حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی جیسا فنافی الرسول ملا۔ آپ کو استاد گرامی سے اور استاد گرامی کو آپ سے والہانہ محبت تھی۔ چنانچہ جب کبھی استاد اور شاگرد کی کہیں ملاقات ہوتی تو آپ تو اپنے استاد کی محبت وعظمت میں لیکن حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی بھی آپ کو دیکھتے ہی فرط محبت میں کھڑے ہو جاتے، اور اپنے اس شاگرد رشید کی موجودگی میں خود کسی کو بیعت نہ فرماتے۔ بلکہ واضح طور پر فرماتے کہ یہاں مولانا مسیح اللہ صاحب ہیں اُن کے ہوتے ہوئے میں بیعت نہیں کروں گا۔

ایک دفعہ ایک مجلس میں، راقم الحروف کی موجودگی میں کسی شخص نے حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کے بارے میں روایتی اور عام انداز میں ابھی کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ آپ نے نور فراست سے بھانپ کر فرمایا کہ پہلے میری بات سنو۔ وہ یہ کہ "حضرت حکیم الامت تھانوی میرے مرشد ہیں اور ولی کامل حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی میرے استاد ہیں، میرے مرشد کا فرمان ہے کہ استاد کا درجہ مرشد سے زیادہ ہوتا ہے۔ اب سوچ سمجھ کر بات کرنا"

اس پر وہ شخص تو اپنا سا منہ لیکر رہ گیا اور نہ صرف یہ نورانی مجلس پراگندگی سے بچ گئی بلکہ آئندہ کیلئے بھی اُس شخص کو حضرت والا مد ظلہم کے سامنے بے باکی سے بولنے کی جرأت نہ رہی جس میں اس کی اپنی حفاظت دین وایمان مضمر ہے، اور ہم خدام کے دلوں میں حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کی عظمت و محبت کا سکہ ہمیشہ کیلئے جم گیا۔

سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم

(جاری ہے)

دیوبند ۱ ۲۷ مارچ ۱۹۸۶ء — محمد ولی رازی

# اپنے پیدائشی مکان کو دیکھ کر!

مارچ ۱۹۸۶ء میں سترہ سال بعد دیوبند میں اپنے آبائی مکان میں ہندو مکینوں سے اجازت لیکر اندر سے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ۴۰ سال پہلے کا وہ دَور سامنے مجسّم ہوگیا جب ہم اس مکان میں آباد تھے۔ اپنے چند تاثرات کو اس نظم میں بیان کیا گیا ہے۔ (محمد ولی رازی)

مرے آبا کے سانسوں کی مہک اب بھی ہے اس گھر میں
رہا ہے میری فردوسِ تمنا یہ مکاں برسوں
مرے ماضی کا ہر لمحہ لکھا ہے اِسکی اینٹوں پر
مرے معصوم بچپن کا رہا ہے رازداں برسوں

یہ دیواریں وُہی ہیں کوئلے سے جن پہ چھُپ چھُپ کر
لکھا کرتا تھا میں بچپن میں انجانی سی تحریریں
یہ دَر، یہ سہ دری، آنگن، یہ کوٹھا اور یہ حُجرہ
مرے بیتے دِنوں کی آہ! دکھلاتے ہیں تصویریں

یہاں ابّا کا بستر تھا، یہ تھی امّاں کی الماری
یہاں میرا بچھونا تھا، وہ تھا بہنوں کا کاشانہ
اِسی کے درمیاں اِک تخت تھا سینے پرونے کا
اِسی پر بیٹھ کے سُنتا تھا میں پریوں کا افسانہ

وہ کمرہ جسکے چولہوں میں دہکتی آگ روشن ہے[1]
یہی کمرہ ہے جسمیں میری بہنوں کا شبستاں تھا
اِسی کمرے کی کھڑکی سے میں اکثر چاند کو تکتا
یہی کمرہ ہماری آرزوؤں کا گلستاں تھا

---

[1] بہنوں کے اِس کمرے کو آجکل نئے مکین باورچی خانے کے طور پر استعمال کرتے ہیں، ۴۰ سال پہلے اس کمرے میں سب بہن بھائیوں کی بڑی پُرکیف مجلس ہوتی تھیں۔ (ولی رازی)

صحن کے اُس کنارے پر وہ چوکی تھی عبادت کی
اسی پر بیٹھ کے میں یاد کرتا تھا قرآں اپنا
اسی پر سب سے پہلے سجدہ کرنا ہم نے سیکھا تھا
اسی کے گرد بستا تھا مسرّت کا جہاں اپنا

وہ دو کمرے اُدھر جو، اب نظر آتے ہیں ویراں سے
ان ہی کمروں میں میری بھابی دلہن بنکے آئی تھی
یہی کمرے مرے مرحوم بھائی کا نشیمن تھا
ان ہی کمروں میں دونوں نے وفا کی نخ بسائی تھی

یہ وہ دیوار ہے جس پر یہاں اک شعر کندہ تھا[1]
کہ اس دنیا میں کوئی بھی سدا قائم نہیں رہتا
جو اب اس گھر کے مالک ہیں وہ کل اسمیں نہیں ہونگے
کسی گھر کا مکیں ہو کوئی بھی دائم نہیں رہتا

ہزاروں میل سے چل کر، پھر اک تیرا مکیں آیا
کھڑا ہے پھر ترے آنگن میں تیرا اک دیوانہ
ترے دیوار و در نے پھر وہی منظر دکھائے ہیں
کبھی ہنستا ہُوا گھر تھا، اب ہے یادوں کا ویرانہ

ستم ہے یہ زمانے کا کہ رازی اپنے ہی گھر میں
کھڑا ہے اجنبی کی طرح ہونٹوں پر قفل ڈالے
اب اس گھر کے در و دیوار سے حسرت ٹپکتی ہے
نہ وہ پہلی سی رونق ہے، نہ وہ پہلے سے گھر والے

---

[1] میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دروازے کی اندرونی دیوار پر یہ شعر کندہ کرایا تھا، جس کا اب کوئی نشان باقی نہیں ہے۔

"دُنیا کا کچھ قیام نہ سمجھو کرو خیال
اس گھر میں تم سے پہلے بھی کوئی مقیم تھا" (محمد ولی رازی)

(تبصرہ کیلئے ۲ دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

---

نام کتاب: نفحۃ العرب
تألیف : شیخ الادب حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
ناشر : الرحیم اکیڈمی، اے ۷/۷ اعظم نگر پوسٹ آفس، لیاقت آباد۔ کراچی ۱۹

زیر نظر کتاب محتاجِ تعارف نہیں، دار العلوم دیوبند کے استاد حدیث شیخ الادب حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی فن ادب میں مشہور تالیف ہے، پاک و ہند کے تمام مدارس میں داخل نصاب ہے، ابتدائی طلبہ کیلئے فن ادب کا بہترین شاہکار ہے، اس کتاب میں حضرت موصوفؒ نے ایسے واقعات، حکایات، اور قصّے ذکر کئے ہیں، جن سے طلبہ میں عربی ادب کی استعداد پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ تاریخ اسلام سے واقفیت، اور اخلاق کی درستگی بھی حاصل ہوجاتی ہے۔

اب سے پہلے یہ کتاب جس ترتیب سے شائع ہوئی تھی، "الرحیم اکیڈمی" نے اس ترتیب قدیم کو تبدیل کرکے مضامین کو مقدم مؤخر کردیا ہے، اس کے علاوہ مضامین میں کچھ کمی زیادتی بھی کردی ہے، اور حضرت مؤلف رحمہ اللہ نے اس کتاب پر جو مفید تشریحی حواشی لکھے ہیں، وہ بھی اس سے ختم کردیئے گئے ہیں، جس کی بنا پر مدارس عربیہ کے طلبہ اس سے کماحقہٗ فائدہ نہیں اُٹھاسکتے اس لئے کہ مدارس میں جو نسخے ہیں، وہ قدیم ترتیب کے ہیں، اب اس نسخہ سے طلبہ اس وقت استفادہ کرسکتے ہیں، جب قدیم ترتیب کے نسخوں کو بالائے طاق رکھ کر نئے نسخے خریدے جائیں، اور پھر اس ترتیب سے طلبہ کو درس دیا جائے، لیکن بظاہر مدارس عربیہ تمام نسخوں کی تبدیلی کا

بار برداشت نہیں کرسکتے، اس کے علاوہ مضامین میں کمی اور حواشی کے حذف سے بھی اس نسخہ کا استفادہ بہت قلیل رہ جاتا ہے، البتہ کاغذ عمدہ اور طباعت گوارہ ہے۔ قیمت مناسب ہے۔

(محمد عبداللہ میمن)

---

نام کتاب: دین و شریعت (جدید اشاعت مع اضافات و ترمیمات)

تالیف: حضرت مولینا محمد منظور نعمانی مدظلہ

سائز: ۲۳×۳۶/۸ کُل صفحات: ۲۸۰ قیمت: ۲۱/- روپے

ناشر: مجلس نشریاتِ اسلام، ۱۔ کے۔ ۳، ناظم آباد ۱ کراچی ۱۸

---

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب مدظلہ، محقق عالم، صاحب دل عارف، نامور مصنف اور مشہور مذہبی اسکالر ہیں۔ آپ کی جملہ تصانیف دین حق سے واقفیت کا بڑا ذریعہ ہیں۔ آپ کو دین کے پیچیدہ مسائل کو آسان اور سہل زبان میں ذہن نشین کرانے کا خاص ملکہ حاصل ہے۔

محرم ۱۳۷۲ھ (ستمبر ۱۹۵۲ء) میں کچہری روڈ لکھنؤ کے تبلیغی مرکز میں ایک تعلیمی و تربیتی ہفتہ ترتیب دیا گیا۔ اس سلسلہ میں مولانا موصوف مدظلہٗ کے ذمہ "دین و شریعت" کے عنوان پر روزانہ ایک گھنٹہ تقریر کا وقت مقرر ہوا آں موصوف چھ دن کی تقریروں کے بعد بیماری کے سبب مزید دو دن تقریر نہ فرما سکے۔ ان تقریروں کو قلمبند کرنے کا خاص اہتمام کیا گیا تھا۔ بعد میں ان تقاریر کو کتابی شکل میں تبدیل کردیا گیا اور جس مجمل مضمون کی تفصیل کی ضرورت تھی اس کی تفصیل کردی گئی اور جن مضامین میں اضافہ کی ضرورت تھی اس میں اضافہ کردیا گیا اور اس طرح یہ کتاب نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ ان غیر مسلموں کے لئے بھی رہنما بن گئی جو اسلام کو علمی، عقلی اور عملی طور پر سمجھنا چاہتے ہیں۔

اس کتاب میں دین کے صحیح فہم، مطالعہ اور صحبت کا نچوڑ آگیا ہے۔ اسی کے ساتھ اس میں توازن، حقیقت پسندی اور معارف آگہی بھی ہے۔ یہ کتاب حشو و زوائد سے بالکل پاک ہے۔ بات کو ذہن نشین کرانے کے لئے بعض ذاتی واقعات اور دقیق حقائق سمجھانے کے لئے بعض مکالمے بھی نقل کئے گئے ہیں۔ جدید ذہن کی تعمیر کے لئے بعض نئے مضامین کا احاطہ کیا گیا ہے۔ مثلاً وحدت ادیان کے فتنہ کا رد، منکرین حدیث کی گمراہی کا بیان، اہل السنۃ والجماعۃ کے بنیادی امتیاز کا اظہار، نئے زمانے کے دیگر نئے شبہات و نظریات کا ابطال، نفس پرستی کے خلاف جہاد، اعجازِ قرآن پر مختصر لیکن مفید بحث، ارکان اربعہ کی اصل روح اور مقصد کی توضیح، اس کتاب میں امراض کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ تدبیر و علاج بھی بتایا گیا ہے۔ بعض قدیم اور دقیق کلامی مسائل کی بڑی خوبی کے ساتھ تلخیص و تسہیل کی گئی ہے۔ مثلاً رویت باری، جبر و قدر کا مسئلہ، آخرت کی ضرورت اور یہ کہ جزا و سزا اس دنیا میں کیوں نہیں دی جاتی، سلف صالحین کے اتباع کی کیا اہمیت ہے۔ خلافت راشدہ کی عظمت و

انفرادیت، سیاست وحکومت کے بارے میں متوازن و معتدل نقطۂ نظر اور جامع گفتگو۔

اس کتاب میں اخلاق کی اہمیت، معاملات ومعاشرت، دین کی خدمت ونصرت، جہاد فی سبیل اللہ، دعوت حق، امر بالمعروف، نہی عن المنکر پر پورا زور دیا گیا ہے اور ان پر مستقل ابواب اور مضامین ہیں۔ آخر میں احسان وتصوف کی بحث ہے۔ اس سلسلہ میں تصوف کی غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے اور طالبین تصوف کے لئے لائحۂ عمل مرتب طریقہ پر پیش کر دیا گیا ہے۔

اس طرح یہ کتاب دین اسلام کو سمجھانے اور اسلام کی ضروری تعلیم سے آگاہ کرنے کے علاوہ زندگی میں جامع رہنمائی بھی کرتی ہے۔ جس کو ایک مصروف و درمیانہ درجہ کا آدمی اپنی زندگی کا دستور عمل بنا سکتا ہے۔

یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۳۷۵ھ (۱۹۵۶ء) میں شائع ہوئی تھی، اب تک اس کے بیس ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ انگریزی، فرانسیسی اور گجراتی زبانوں میں بھی شائع ہو چکی ہے۔ اب تک یہ کتاب (۲۰×۳۰/۱۶ سائز یعنی) کتابی سائز پر باریک کتابت کے ساتھ شائع ہوتی رہی ہے۔ زیر تبصرہ اشاعت، نظر ثانی، متعدد ترمیمات اور بطور ضمیمہ کے ایک مستقل مضمون کے اضافہ کے ساتھ ۲۳×۳۶/۸ سائز پر موٹی کتابت اور بڑی تقطیع میں خصوصی تصحیح کے بعد شائع ہوئی ہے۔ یہ اس کتاب کا اکیسواں ایڈیشن ہے۔ اس کے مطالعے سے اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی شریعت کی طرف سے ذہنی اطمینان قلبی انشراح اور ذوقِ عمل بیدار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مؤلف ناشر اور دیگر معاونین کو دارین کی سعادتوں سے نوازے اور اس کتاب کو ہدایت کا ذریعہ بنائے آمین۔ کتابت موٹی، کاغذ سفید اور عمدہ طباعت اور جلد کے ساتھ بہترین تحفہ ہے۔

(ا۔ا۔خ۔س)

---

نام کتاب:۔ **عیسائیت میں انسانیت کی توہین** شائع کردہ: ادارہ فروغ حقانیت اسلام ڈیرہ غازی خاں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے سچے نبی تھے۔ ان کی تعلیمات عقل و دانش کا مرقع تھیں۔ لیکن رفتہ رفتہ عیسائیت میں بیرونی عناصر کے خیالات داخل ہوتے رہے اور اصل تعلیمات ذہنوں سے ماؤف ہوتی گئیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آج عیسائی تعلیمات عقل ونقل کے خلاف اور بازیچۂ اطفال بنی ہوئی ہیں۔ عیسائیوں میں بہت سی غلط باتیں مشہور ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جنت میں خدا تعالیٰ کا منع کردہ پھل کھا لیا تھا۔ جس کے سبب وہ گنہگار ہوئے اور وہ گناہ آدم پر لاد دیا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے (معاذ اللہ) سولی پر چڑھ کر اس کا کفارہ ادا کیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ تمام عیسائی خود کو پیدائشی گنہگار سمجھتے اور یہ جانتے ہیں کہ ہم نیکی کے قابل نہیں ہیں۔ اسی قسم کی بہت سی غلط باتوں کی نشاندہی اس کتابچہ میں کی گئی ہے۔ اس کی قیمت ایک روپیہ ہے۔ مندرجہ بالا پتہ سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

(ا۔ا۔خ۔س)

نام کتاب: **مسنون دُعائیں** مرتبہ:- مولانا حفظ الرحمٰن الاعظمی الندوی
سائز:- ۲۰×۳۰/۱۶ - کل صفحات:- ۷۲ - قیمت:- درج نہیں -
ناشر:- دار الکتاب الاسلامی - ابراہیم پور ضلع اعظم گڑھ - یو.پی (بھارت)

---

دعا کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی حاجت کے لئے اللہ تعالیٰ کو پکارنا، دعا میں الفاظ جتنے اچھے، پاکیزہ اور موثر ہوں گے دعا اتنی ہی زیادہ جلدی مقبول ہوگی اور دعا کی برکات اور اس کے ثمرات فوراً ظاہر ہوں گے۔

دُعا کے لئے سب سے بہتر الفاظ کلام الٰہی کے ہیں اور اس کے بعد وہ دعائیں ہیں جو انبیاء علیہم السلام نے مختلف اوقات میں خدا تعالیٰ کے حضور فرمائیں اور وہ شرف قبولیت سے نوازی گئیں۔

قرآنی دُعاؤں کے علاوہ انتہائی موثر، مقبول اور پُر تاثیر وہ دعائیں ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہوئیں اور احادیث کی معتبر کتابوں میں منقول ہیں۔ اگر ہر مسلمان حسب حال دُعا منتخب کر کے اس کا ورد رکھے تو بے شمار مصائب و مشکلات کافور ہو جائیں۔ اور قدم قدم پر کامیابیاں حاصل ہوں۔

زیر تبصرہ کتاب میں قرآنی دعاؤں کے علاوہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیمتی مستند ذخیرہ احادیث سے منتخب کر کے شائع کی گئی ہیں۔ جس کتاب سے دعا لی گئی اس کا حوالہ معہ صفحہ درج ہے۔ یہ دعائیں اکیاون عنوانات پر مشتمل ہیں اور بمعہ اردو ترجمہ شائع کی گئی ہیں۔ ۲۶ مستند کتابوں کا یہ انتخاب لاجواب دعاؤں پر مشتمل ہیں۔ ان دعاؤں کے پڑھنے سے جہاں مشکلات دور ہوں گی اور رحمت حق نازل ہوگی خیر و برکت کا ظہور ہوگا وہیں رسول اکرم کی محبت و عظمت کا نقش گہرا ہوگا۔ کتابت طباعت عمدہ ہے اللہ تعالیٰ مؤلف کی اس محنت کو قبول فرمائے اور کتاب کو مسلمانوں کے لئے نافع بنائے آمین۔ (د.ا.خ.س)